فیضان
چوراہی
بفیضانِ کرم
حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ
بظلِ عنایت
صاحبزادہ الحاج ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہ العالی
M. BILAL
سرپرست: پیرزادہ محمد بدر الدجیٰ فاروقی نقشبندی مدظلہ العالی
مرکزی سجادہ نشین، مسند عالیہ چورہ شریف، ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلطان الکاملین، غوث العارفین، قطب الواصلین

سرکار باواجی قدس سرہٗ

ہدایت کے علمبردار ہیں سرکار باواجی
ولایت کے سپہ سالار ہیں سرکار باواجی

نہ کیوں دنیا کے سلطان ہوں نہ کیوں مخدومِ دوراں ہوں
فقیر احمدؐ مختار ہیں سرکار باواجی

دلوں کی کھیتیاں سیراب کر سکتے ہیں دم بھر میں
سحابِ رحمتِ سرکارؐ ہیں سرکار باواجی

کرامت ان کا ساماں ہے، تصرف ان پہ نازاں ہے
کہ اعجازِ شہِ ابرارؐ ہیں سرکار باواجی

سخاوت ان کی عادت ہے، عنایت انکی فطرت ہے
کرم کے ابرِ گوہر بار ہیں سرکار باواجی

علاجِ گردشِ دوراں، طبیبِ سوزشِ پنہاں
مداوائے دلِ بیمار ہیں سرکار باواجی

سکونِ قلبِ مضطر ہیں، ضیاء دیدۂ تر ہیں
فروغِ دولتِ بیدار ہیں سرکار باواجی

کسی سے عرضِ حاجت کیا، کسی کی پھر ضرورت کیا
جب اپنے محرمِ اسرار ہیں سرکار باواجی

میں کیوں نادار ہو جاؤں میں کیوں مسمار ہو جاؤں
مری تقدیر کے معمار ہیں سرکار باواجی

زمانہ جانتا ہے جن کو ہیں شہکارِ لاثانی
حقیقت کا وہی شہکار ہیں سرکار باواجی

سمائے معرفت کے آفتابِ ضوفشاں ہو کر
سراسر طالع الانوار ہیں سرکار باواجی

زمانے کی شبِ تاریک میں بدر الدجیٰ بن کر
ہر جانب تجلّی بار ہیں سرکار باواجی

بجاہِ نقشِ لاثانی، براہِ نقشِ لاثانی
سدا آسیؔ مرے غمخوار ہیں سرکار باواجی

نذرانہ: پروفیسر محمد حسین آسیؔ، شکر گڑھ گورنمنٹ کالج

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب
قطب زماں ہادی دوراں غواص بحر عرفاں خواجہ خواجگان پیر پیراں
حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی
فیضان چوراہی
بظلِ عنایت
حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہ
سرپرست اعلیٰ
حضرت صاحبزادہ محمد بدر الدجی مدظلہ چوراہیہ
زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی
ادارت
ڈاکٹر فقیر محمد اجمل چشتی
استعانت
میاں نذیر حسین
امیر اعلیٰ بزم نقشبندیہ چوراہیہ فیصل آباد
ادارت
رانا محمد حبیب
سیکرٹری جنرل بزم نقشبندیہ چوراہیہ
مقام اشاعت
دربار عالیہ چورہ شریف ضلع اٹک

سال اشاعت مارچ ۱۹۹۴ء

شمارہ سوم

قیمت ۵۰ روپے

کتابت منظور احمد نعمانی
قدوسی سنز کمرہ نمبر ۱۲ سمیع سنٹر
۳۸۔ اردو بازار لاہور

پبلشر صاحبزادہ محمد بدر للدجی
مرکزی سجادہ نشین، دربار عالیہ
چورہ شریف، ضلع اٹک

پرنٹر قدوسی پرنٹرز، ۳۹۔ ناصر پارک
بلال گنج، لاہور فون نمبر ۷۰۴۳۲۲۷

تجلیات
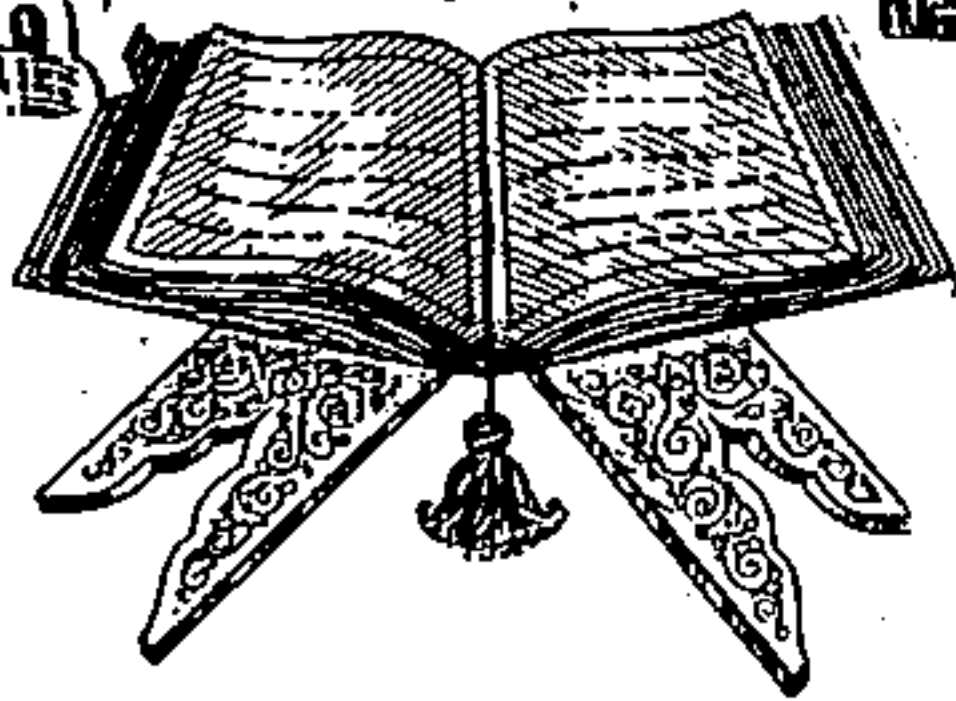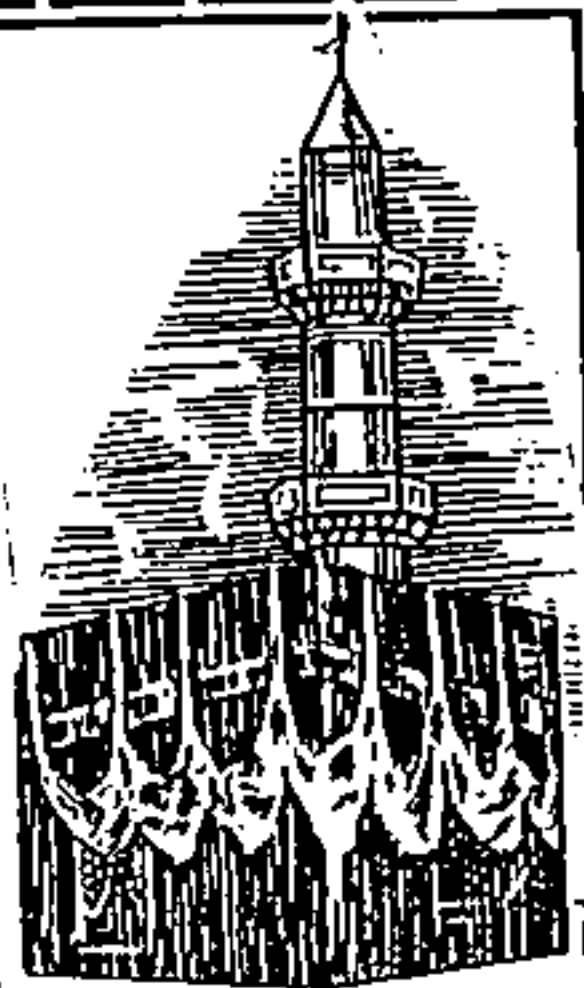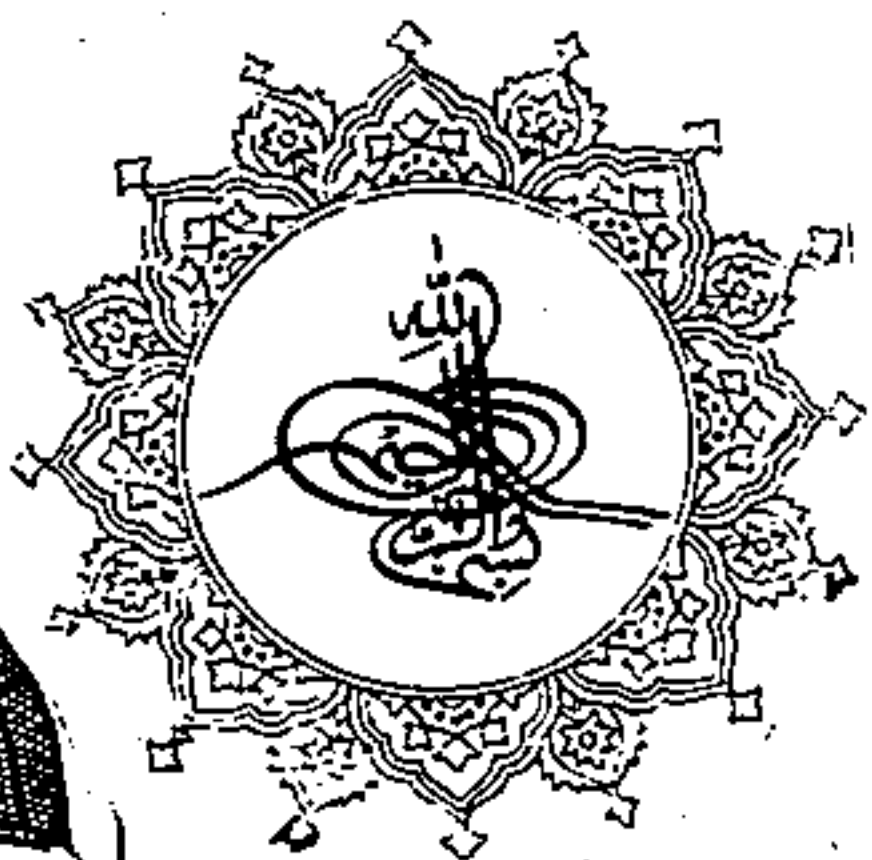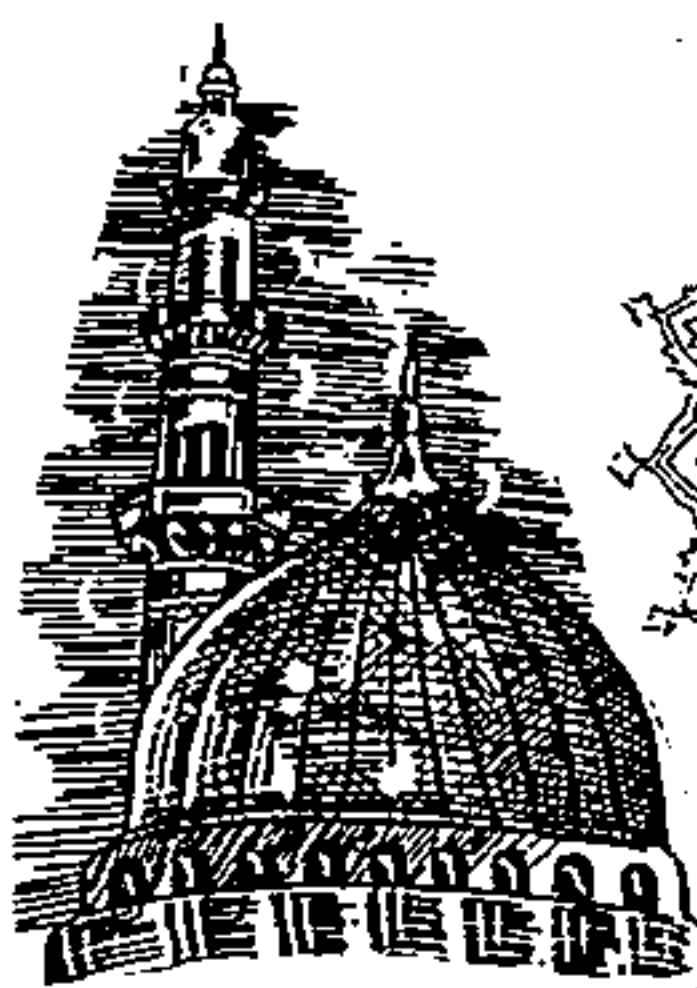
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو
شیئاً للہ چوں گدائے مستمند
المدد خواہم ز شاہِ نقشبند
المدد اے خواجۂ مشکل کشا
ما ہمہ محتاج تو حاجت روا
شیئاً للہ ایں گدائے دردمند
المدد اے خواجگانِ نقشبند
شیئاً للہ ایں غریب بے نوا
المدد اے خواجۂ مشکل کشا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"فتح الکتاب"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْد :

اَللّٰه ۔ اَللّٰه هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ ۔ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

یہ معجزہ نما کلمات اللہ ربّ العزت کے اسماء حسنیٰ میں اس کی حمد و ثناء پر مشتمل ہیں۔ اس لئے کہ خود رب تعالےٰ نے قرآن حکیم میں یہ اسماء اپنی کبریائی میں بیان فرمائے ہیں اور یہ اسماء حضور پُرنور شافع یوم النشور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعت و صفت پر بھی مشتمل ہیں۔ کیونکہ خود اللہ کریم نے ان اسماء و صفات کے ساتھ حضورؐ کی توصیف فرمائی ہے۔ وحی متلو اور وحی غیر متلو دونوں صورتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اسم گرامی قرار دے کر ان اسماء کو آپ کے حسن و جمال اور کمال و خصال کا آئینہ دار بنایا ہے۔ اگرچہ حضور علیہ السّلام، اللہ کریم کے تمام اسماء صفات سے متخلق و متصف ہیں۔ اس کے باوجود خصوصیت کے ساتھ ان میں سے کچھ صفات کو نامزد کر کے ان کو آپ کی شان میں شمار کیا۔ مثلاً نُوْرٌ ۔ عَلِيْمٌ ۔ حَكِيْمٌ ۔ مُؤْمِنٌ ۔ مُهَيْمِنٌ ۔ وَلِيٌّ ۔ هَادِيٌّ ۔ رَؤُوْفٌ ۔ رَحِيْمٌ وغیرھم ۔ اور یہ چاروں اسماء صفات اوّل آخر، ظاہر، باطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔ آپ کی شانِ اوّلیت میں حدیث شریف ہے : اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ ۔ اولیّت نبوّت میں ارشاد ہے : كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ ۔ اور شانِ آخر کے باب میں فرمان خدا وند کریم ہے : وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ جناب سیّدہؓ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کا خلق دریافت کیا گیا تو آپ

نے قرآن حکیم کو آپ کا خلق قرار دیا۔ خود رب تعالےٰ نے آپ کے خلق کو خلق عظیم فرمایا اور جس نے راہ ہدایت پائی اسے آپ ہی کے دَر سے یہ دولت میسرآئی۔ اللہ کے پاکباز بندے اتباع نبی کریم میں از حد محتاط ہوتے ہیں۔ اُن کے اخلاق دراصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا نمونہ ہوتی ہیں۔ حضرت باواجی فقیر محمدؒ بھی اسی اخلاقِ حمیدہ کے منظہر تھے۔

فیضانِ چوراہی کا زیر نظر مجلہ حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عرس صد سالہ کی مناسبت سے زیادہ تر آپ ہی کی سیرت پر محیط ہے۔ مشائخ کرام کی زندگیاں وقف الی اللہ ہوتی ہیں۔ حضرت باواجی فقیر محمدؒ ایسے دور میں اس دنیا میں تشریف لائے۔ جب عالم اسلام مختلف قسم کی بین الاقوامی ریشہ دوانیوں کا شکار تھا، خود اس کی اپنی قوتِ متحرکہ اضمحلال سے دوچار تھی۔ اور کفر اپنی تمام تر قوتوں سے اس کو نیست و نابود کرنے کی کوششوں میں تھا۔ عالمی سطح پر کمیونزم اور نظام سرمایہ داری بظاہر آپس میں ٹکرا رہے تھے، مگر دونوں نظاموں کا مشترک پروگرام ملّتِ رسُولِ ہاشمی کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا۔ اور دونوں ہی شیطان کی کامیاب چال کے شاخسانے تھے۔

فکری سطح پر اور محققانہ انداز میں ان مذکورہ تحریکوں کا جواب دینے کے لئے نہ تو کوئی فخر الدین رازی موجود تھا۔ نہ امام غزالی، اور ملت تھی کہ بجائے خود بھی اپنی مرکزیت سے گریزپا تھی۔ بقول اقبال ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

کے مؤمنانہ منشور سے اہل اسلام نہ صرف بربنائے جہالت بلکہ غیروں کی سازشوں کے نتیجہ میں اور بظاہر علمیت کی بنیاد پر بہت پیچھے ہٹ چکے تھے۔ دنیائے اسلام افتراق وانتشار کی زد میں تھی اور کفر بظاہر منتشر الخیال ہونے کے باوجود متحدۃ العمل تھا بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت باواجی علیہ الرحمۃ کے وصال کے تقریباً نصف صدی بعد لارڈ بالفور کو (۱۹۲۵ء میں)، بزعم خود یہ اعلان کرتے عار محسوس نہ ہوئی کہ اسلام بحیثیت

ایک قوت سے ختم ہو چکا ہے۔ اسے آخری کچوکا دے کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔"
لیکن یہ کفر والحاد کی طاقتیں اسلام کی اس فطرت سے ناواقف ہیں جس کا اظہار مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اس شعر میں کیا ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

بظاہر یہ مجلہ صرف حضرت باواجی علیہ الرحمۃ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے پردہ اٹھاتا ہے مگر حقیقت میں یہ آپ کی ان والہانہ کوششوں کا مظہر ہے جو آپ نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین متین کو از سر نو اس نہج پر لانے کے لئے کیں جس کی بنیاد خود حضور علیہ السلام نے رکھی تھی؛ دن رات اور شبانہ روز عملی طور پر آپ کے اسوۂ حسنہ کو رہبر و رہنما قرار دے کر اس پر پوری استقامت سے گامزن رہنا زائرین کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کرنا جتنا کوئی حضور کے نقش قدم پر زیادہ مستحکم ہوا اتنا ہی اسے خصوصی نوازشوں سے سرفراز فرمانا اور دین متین کی سربلندی کے لئے ہر مشکل و مصیبت کو برداشت کرنے کی خو پیدا کرنا، آپ کا معمول رہا۔ آپ کی زندگی کے ہر ہر قدم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ لگاؤ ہی آپ کی سیرت ہے اور یہی اس مجلے کی خصوصیت ہے۔ یہ راہ سب سے مشکل راہ ہے۔
تاریخ شاہد ہے کہ جب اولوالعزم پیغمبروں (صلوات اللہ علیہم اجمعین) نے اس راہ پر قدم رکھا تو مصائب زمانہ نے ان کو گھیر لیا۔ حضور علیہ السلام کا فرمان "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" اس امر پر دلیل ہے کہ اولیاء امت مرحومہ کو بھی ان ہی مصائب و مشکلات سے نبرد آزما ہو کر دین حق کا پرچم بلند کرنے کی سعادت ملے گی جن سے انبیاء بنی اسرائیل کو واسطہ پڑا۔ کہ کسی کو ٹکڑے ٹکڑے کے ذریعے چیر دیا گیا۔ کسی کو ناحق شہید کر دیا گیا اور کسی کو مصلوب کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر وہ جادہ حق سے سر مو منحرف نہ ہوئے۔
حضرت باواجی اور ان کی اولاد نے تیراہ شریف کا اقتدار چھوڑا۔ لحاظ شریف کی ولایت

ترک کی۔ اور چورہ شریف ایسے دور دراز گاؤں کو مرکز بنا کر صرف تبلیغ دین کا کٹھن مشن پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف الی اللہ کر دیا۔ ریاست رام پور کے سپہ سالار کی اولاد نے جب دین متین کی سر بلندی کے لئے اپنی جانوں کو وقف کیا۔ تو پھر لوٹ کے دنیاوی جاہ و جلال کی طرف نظر نہ کی۔ حضرت خواجہ نور محمد اور ان کی تمام اولاد خصوصاً حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دنیاوی آسائشوں سے منہ پھیر لیا اور ہمہ تن دین کی خدمت کے لئے مریدین و معتقدین کے دکھی دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے دن رات ریاضتیں اور مجاہدات کئے۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو راضی کرنے کی سعی بلیغ کی اور بالآخر اللہ کے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم کی بنا پر مقام ولایت پر فائز ہوئے۔ اور ملت رسول ہاشمی کے دلوں میں ایمان کی ایسی ایقان افروز شمعیں روشن کیں کہ کفر کی اسلام دشمن سرگرمیاں بھسم ہو کر رہ گئیں اور نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں، بلکہ بین الاقوامی سطح پر اٹھنے والی کفریہ تحریکوں مثلاً کمیونزم، سوشلزم، کیپٹلزم کا طلسم پاش پاش ہو گیا۔ برادر اسلامی ملک افغانستان میں حالیہ روسی جارحیت کے خلاف جنگ میں مجاہدین کی کثیر تعداد حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام کے متوسلین کی تھی۔ مقامی سطح پر پاک و ہند میں اٹھنے والی وہ تحریکیں، جو ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ آور تھیں وہ بھی ان ہی مردان خدا کی کوششوں کے نتیجہ میں دم توڑتی جا رہی ہیں۔ پیر خواجہ محمد شفیع علیہ الرحمۃ ایسے پوتے نے جس جرأت مندی اور دلیری سے ملک بھر کے دورے کر کے تحریک پاکستان میں جان ڈالی اور امیر ملت ایسے مریدان باصفا نے اپنے متوسلین سمیت جس طرح جانفشانی سے قیام پاکستان کو ممکن بنایا، وہ تاریخ قیام پاکستان کا ایک روشن باب ہے۔

اس مجلہ میں حضرت باواجی کی اسی قسم کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو بین السطور اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے اپنے خلفاء و مریدین اور اولاد کے ذریعے فکر اسلامی اور فکر پاکستان ہی کی آبیاری نہیں کی بلکہ اسلامی طرز حیات جس کو مٹانے کی انگریز نے انتھک

کوشش کی، پر استقامت سے عمل کر کے بتا دیا کہ راہِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی پہ گامزن ہو کر دائمی زندگی کا حصول ممکن ہے۔ باواجیؒ کے وصال کو ایک صدی بیت گئی مگر متوسلین کا جذبہ شوق ماند نہیں پڑا۔ آپ سے وابستگی میں یہ دل بستگی آپ کی زندگی کا ثبوت ہے۔

گرامی قدر صاحبزادہ محمد بدرالدجیٰ مدظلہٗ کی ذاتی دلچسپی کا یہ عالم کہ آپ نے "ادارت" کو چورہ شریف بلایا۔ کئی دن ٹھہرایا۔ حضرت باواجی کے براہِ راست فیضان سے مستفیض فرمایا۔ اور یوں تدوینِ مجلہ کے کام کو آگے بڑھایا۔ صاحبزادہ صاحب کے اس خصوصی لگاؤ اور سرپرستی پر "ادارت" بطورِ خاص آپ کی سپاس گزار ہے۔

رانا محمد جمیل صاحب مرکزی سیکرٹری جنرل بزم نقشبندیہ چوراہیہ حضرت پیر خواجہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تو ہوئے مگر "آب سفر بے کار" میں سرگرداں رہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب کی نگاہ مردم شناس نے اس جوہر کو اپنے تقرب میں لے کر یوں تو شعبۂ طباعت ان کے ذمہ کیا۔ مگر دراصل ان کی تربیت کا بار سنبھالا اور اب تین چار سال میں اس تربیت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

اسی دوران فیضانِ چوراہی سے مستفیض خاندانِ لاثانیہ میں حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو تربیت یافتہ قابلِ قدر عقیدت مند جناب مولانا صوفی محمد علی صاحب نقشبندی مہتمم دارالعلوم لاثانیہ سیالکوٹ، اور رانا جماعت علی صاحب (گورنمنٹ کالج لاہور) شاملِ ادارت ہوئے۔ ان کی مجلہٗ حاضر کی تدوین میں معاونت لائقِ تحسین ہے۔ اللہ کریم ان دونوں کو بطورِ خاص جزائے خیر سے سرفراز فرمائے۔ آمین

سالِ گزشتہ (جون ۱۹۹۳ء) مکرمی الحاج میاں نذیر حسین نقشبندی (فیصل آباد) مرکزی امیر اعلیٰ بزم نقشبندیہ چوراہیہ، کو ذاتی امور کی تکمیل کے لئے گلاسکو (برطانیہ) جانا پڑا۔ "ادارت" نے ان کی کمی کو بہت محسوس کیا۔ تاہم انہوں نے بذریعہ خط و کتابت اپنی مشاورت و اعانت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ۱۹۸۴ء میں حضرت پیر خواجہ غلام نقشبند

کے توسط سے داخلِ سلسلہ ہوئے۔ آپ دسمبر ۱۹۸۵ء میں واصل بحق ہوئے تو میاں صاحب کی تربیّت کا بار حضرت صاحبزادہ محمّد بدر الدّین جی مدظلہٗ نے سنبھال لیا۔ اور یوں اس جوہر قابل کی منازل سلوک کو طے کرانے لگے۔ تربیت روحانی کے ساتھ ساتھ ان کی سرکردگی میں "بزم نقشبندیہ" جس احسن انداز میں ترویج پا رہی ہے وہ بہت ہی قابلِ قدر ہے۔ ایسے ہی جانثار مرید اپنی مراد پاتے ہیں۔

ع اللہ کرے جوشِ طلب اور زیادہ

اس مجلہ کے پہلے دو شماروں اور خاکے میں "تواریخ" میں کچھ تفاوت ہے۔ اس وقت تحقیق کا موجودہ سامان میسّر نہ تھا۔ موجودہ "تواریخ" زیادہ مستند اور قابلِ اعتماد ہیں۔

دعاؤں کا محتاج
بندۂ محمود محمّد اجمل چشتی محمودی گولڑوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نصلمنا علی رسولہ الکریم

تجلی

رانا جماعت علی خاں

قطب الا قطاب' غوث دوراں خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت پیر خواجہ فقیر محمد چوراہی المعروف باواجی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوئے پوری ایک صدی بیت چکی ہے۔ آپ کا سواں عرس ۳۔۴ اپریل ۱۹۹۴ کو نہایت ہی تزک و احتشام سے منایا جارہا ہے۔ اس ایک صدی کے دوران زمانے نے کئی پلٹے کھائے ہیں۔ کئی ایک اقوام کا سورج طلوع ہوا' کئی ایک اقوام کا سورج غروب ہوا۔ کسی قوم کا سورج نصف النہار تک پہنچا پھر یکدم غائب ہوگیا مگر ایک سورج جو چودہ سو سال قبل طلوع ہوا' اس کی آب و تاب سے زمانہ یکساں طور پر روشن و منور رہا ہے اور تا قیام قیامت روشن رہے گا' وہ ہے اسلام کا سورج جسکو نور نبوت سے روشنی ملی اور پھر اس نور کے پروردہ صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین اور پھر درجہ بدرجہ اولیائے امت کے سینوں میں یہ نور منتقل ہوتا آرہا ہے اور کائنات کے ذرے ذرے کو منور کر رہا ہے۔

اگرچہ باد مخالف کی آندھیاں بھی اٹھتی رہی ہیں اور طویل مدت تک اسلام کے سورج کو گہناتی رہی ہیں مگر رب العزت کے فضل و کرم سے امت مرحومہ میں ایسے ایسے مرد میدان جنم لیتے رہے ہیں جن کی نگاہوں سے زمانہ کی تقدیریں بدلتی رہیں اور کار نبوت کا یہ پودا مخالفانہ تھپیڑوں کا خوب مقابلہ کرتا رہا۔ اسی زمانہ میں کمیونزم کی یلغار بھی دیکھی مگر شہنشاہ نقشبندیاں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی باطنی قوت سے اس لادین

تحریک کا خاتمہ بھی دیکھ لیا۔ کمال اتا ترک کی لا دین تحریک کا سامنے کرنے والے نقشبندیوں نے اپنی جانیں نثار کر کے دین متین کی حفاظت کا حق اس طرح ادا کیا کہ رہتی دنیا تک ان کی قربانیاں یاد رہیں گی۔ انہوں نے ثابت کیا کہ آقا و مولا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں سے یہ دنیا خالی نہیں ہے۔

غرضیکہ دین مبین پر جب بھی آفت ٹوٹی اولیاء امت اور خصوصاً" نقشبندی مجددی مشائخ کرام بلا خوف و خطر نعرہ مستانہ لگا کر میدان عمل میں کود پڑے اور

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

کی عملی تفسیر بن کر مخالف قوتوں سے ٹکرا گئے۔ اکبری الحاد ہو یا جہانگیری جاہ و جلال' انگریزوں کی ریشہ دوانیاں ہوں یا کمیونزم اور کیپٹلزم کی بے محابا یلغار' فتنہ شیعیت ہو یا کمالیت (کمال اتا اترک کی لادینی تحریک) کا لادین فلسفہ ان سب کے رد کیلئے ہر میدان میں عملی جہاد ان مردان حق کا شعار رہا اور وہ میدان عشق و مستی میں ہمیشہ سر فہرست رہے۔ خصوصاً" حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد اور خلفاء عظام کی احیائے دین کی کاوشیں تاریخ حریت کا روشن باب ہیں۔

بابا جی فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ کا خانوادہ بھی دین مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی پنجاب کے اس دور افتادہ علاقہ میں اس وقت جلوہ افروز ہوئے جب انگریز کا سورج طلوع ہو چکا تھا اور وہ پنجاب کے دارالحکومت پر قابض ہو کر اپنے پاؤں جما چکا تھا۔ اب انگریز بہادر شمال مغربی سرحدی صوبہ کے علاوہ افغانستان کی مسلمان حکومت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور منافقانہ چالوں سے مسلمانوں میں انتشار کا بیج بونے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کے باطنی نور سے منور ہو کر سرحدی قبائل

خصوصاً" خٹکوں نے انگریز کو ایسے ناک چنے چبوائے کہ پھر وہ اس علاقے کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے بھی قابل نہ رہے۔

بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کی رگوں میں فاروقی خون تھا جسے آپ نے ایک ماہر رہبر و راہنمائی کی طرح اپنی اولاد پاک میں منتقل کیا اور اپنی آل و اولاد کی ایسی تربیت فرمائی کہ آج ایک صدی گزر جانے کے باوجود' کوئی بھی اپنا پرایا یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ اس خانوادے نے اپنے ابا کی خو بدلی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی چوتھی پشت میں ایک گہر بیش بہا جناب صاجزادہ محمد بدر لدجی دامت برکاتہم عالیہ ایک مرد کامل کی طرح اپنے ابا کی دینی میراث کی حفاظت کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے۔

اگر اس خانوادہ کی دینی کوششوں سے (جو پردہ اخفا میں ہیں) پردہ اٹھایا جائے تو یہ امر ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہوگا۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ ایک تحقیق طلب اور دقت طلب کام ہے جس کا یہ مجلّہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ اہل پاکستان جانتے ہیں کہ تحریک پاکستان میں خانوادہ چوراہیہ نے جس ولولہ اور جوش و جذبہ سے شب و روز کام کیا وہ ناقابل فراموش ہے۔ تحریک پاکستان کو کامرانی سے ہمکنار کرنے میں حضرت قبلہ پیر محمد شفیع اور صاجزادہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہما کی خدمات و مساعی قابل صد ستائش ہیں۔ اسی طرح بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کے دیگر صاجزادگان اور ان کی اولاد نے بھی اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ پیر محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی بالخصوص قابل ذکر ہے۔

علاوہ ازیں حضرت بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفائے عظام نے بھی نہ صرف آپ کے سلسلہ کی ترویج و ترقی میں بھرپور جدوجہد کی بلکہ تحریک پاکستان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے خلفائے عظام کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کے اسماء گرامی تحریر کرنے کے لیے بجائے خود ایک دفتر درکار ہے مگر امیرملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمتہ

اللہ علیہ علی پوری، قطب الاقطاب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ المعروف بہ "شاہ لاثانی" رحمتہ اللہ علیہ، حضرت قبلہ مولانا حافظ عبدالکریم عید گاہ راولپنڈی کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ان اصحاب نے اپنے مرشد کریم حضرت باباجی رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ انہوں نے اپنی اپنی اولاد کی بھی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ خود اور ان کی اولاد شجر سایہ دار بنے جن کی پاک نگاہوں سے سینکڑوں مصیبت زدگان کی تقدیریں بدل گئیں۔ اس سلسلہ میں آقائے نعمت قبلہ عالم حضرت پیر الحاج سید علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ، علی پوری، حضرت قبلہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ موہری شریف والوں کا نام نامی خصوصی حیثیت کے حامل ہیں۔

الغرض حضرت باباجی رحمتہ اللہ علیہ کا باطنی فیض اس قدر وسیع علاقے پر جلوہ فگن ہے جس کا احاطہ مجھ جیسے بے مایہ فقیر بے نوا کے بس کا روگ نہیں۔

بہرحال اس وقت عالم اسلام تین قسم کے خطرات سے دو چار ہے۔ ایک اندرونی خلفشار اور فرقہ پرستی، دوسرے خارجی اور سرحدی خطرات اور تیسرے بین الاقوامی صیہونی سازششیں۔

اندرونی خطرات

دور حاضر میں نوجوان نسل بے راہروی کا شکار ہے اور اخلاقی لحاظ سے انتہائی پسماندہ ہے۔ کلاشنکوف کلچر کا دور دورہ ہے۔ اجتماعی آبرو ریزی کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ دھوکہ دہی سینہ زوری، ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری اور لوٹ کھسوٹ کو معیوب خیال نہیں کیا جاتا۔ دین کے نام پر قتل اور دنگا فساد عام ہے۔ اخوت و مواخات، بردباری و تحمل

مزاجی صبر و قناعت عدل و انصاف اور صدق و امانت کا درس دینے والے بیہودہ زبان استعمال کرنے کو فخر سمجھتے ہیں۔ قومی و ملی شیرازہ بندی کا فریضہ ادا کرنے والے انتشار و افتراک کا بیج بونے کو اپنا دینی وظیفہ گردانتے ہیں۔ یتامیٰ و مساکین اور بیوہ و لاوارث خواتین کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے تخریب کاری اور مخرب اخلاق امور کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ قصہ مختصر' کون سی برائی ہے جو پنپ نہیں رہی اور کونسا نیک عمل ہے جس کی حوصلہ شکنی نہیں کی جا رہی۔

خارجی خطرات

خارجی سطح پر کونسا اسلامی ملک ہے جس کی سرحدوں پر جنگ کے خطرات نہیں منڈلا رہے۔ حکمران مغرب کی چکا چوند سے اس قدر مرعوب ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اپنے مذہب کا مذاق اڑانے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ قوانین الٰہی کو ظالمانہ قرار دیا جارہا ہے۔ اقتدار کی خاطر احکام الٰہی کو پس پشت ڈال کر اپنے ملکی و ملی راز بھی مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو بتانے سے گریز نہیں کیا جارہا۔ دفاع کے نام پر ملک و قوم کی عزت کے سودے کیے جارہے ہیں۔ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے بلا سوچے سمجھے دولت لٹائی جارہی ہے۔ دینی حمیت کا جنازہ نکالنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ مسلمان' مسلمان کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتا فلاح و بہبود کے منصوبوں کے نام پر اپنی تجوریاں بھری جارہی ہیں۔ سیاست کے نام پر نفرت کے پودے کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔ انصاف کے نام پر انتقامی کاروائیاں عمل میں لائی جارہی ہیں۔ غرضیکہ ثقافت و تجارت کے نام پر ملک و ملت کی جڑیں کاٹی جارہی ہیں اور فلموں اور ڈراموں کے ذریعے نوجوان نسل کو مذہب سے برگشتہ اور متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں جاری ہیں۔

بین الاقوامی خطرات

بین الاقوامی طور پر بھی عالم اسلام صیہونی سازشوں کا شکار ہے۔ مسلم ممالک برادر مسلم ملکوں کی خیر خواہی کی بجائے ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ جن مقبوضہ علاقوں میں مسلمان ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہے ہیں' وہاں ان کو اخلاقی امداد تک بہم نہیں پہنچائی جارہی بلکہ اسلامی اخوت و بھائی چارے کے رشتے بھلا کر عربی عجمی کی تفریق کو ہوا دی جارہی ہے حالانکہ تمام اسلامی ممالک مالی وسائل سے اس قدر مالا مال ہیں کہ اگر وہ اتحاد و یگانگت کی رسی

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

کو تھام لیں اور اپنے تمام وسائل مجتمع کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کفر سرنگوں نہ ہو جائے۔ مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے جب سب مسلمان حکمران صیہونیوں کی در پردہ سازشوں کا شکار ہوں اور وہ (صیہونی) اپنا ازلی انتقام لینے کے منصوبے پر عمل پیرا ہو۔

علاج

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان جملہ برائیوں اور خرابیوں کا علاج کیا ہو۔ معاشرے کی من حیث القوم اصلاح ہو تو کیسے ہو' نوجوان نسل کو بے راہروی کی دلدل سے نکالا جائے تو کیسے' اندرونی و بیرونی خلفشار سے نجات ملے تو کیوں کر' رشوت خوری' قتل و غارت اور معاشرتی توڑ پھوڑ سے دامن بچایا جائے تو کس طرح؟

میرے نزدیک ان جملہ خرابیوں کا ایک ہی جامع علاج ہے اور وہ ہے دامن مصطفے صلی اللہ علیہ تحیتہ و الثناء کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے۔

اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول

کو اپنا منشور بنالیا جائے' توبتہ النصوحا کی گولی ندامت کے عرق سے نگل لی جائے اور پھر

خالق کائنات سے امداد طلب کی جائے تو آپ اللہ تبارک تعالیٰ کی عفو و درگزر اور رحمت بے پایاں سے لبریز نہ صرف فانی قریب کی صدا اپنی شہ رگ سے بھی قریب سنیں گے بلکہ آپ کے حرف مدعا کو شرف قبولیت سے بھی نوازا جائے گا

لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کے احکام پر سختی سے عمل کیا جائے' **فاتبعونی** کو حرز جان بنالیا جائے' اپنے آپکو' اپنی اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو **قوانفسکم و اھلیکم نارا** پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آتش دوزخ سے بچانے کی سعی جمیل کی جائے' اسوہ حسنہ کو اپنانے کا پختہ تحیہ کر لیا جائے' یہود و نصاری کی دوستی کو ترک کر دیا جائے' **جاھدو فی سبیل اللہ** کو اپنی نجات کا ذریعہ بنا لیا جائے' حق و باطل یں تمیز کرنے کی خو اپنالی جائے' عدل و انصاف اور دیانت داری کو اپنی عادت ثانیہ بنالیا جائے' صبرو تحمل' توکل و قناعت کو اپنی زندگی کا خاصہ بنالیا جائے اور سب سے بڑھ کر ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت الٰہی کے مطابق بلند کرنے کی کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم حزن و ملال اور خوف و خطرات سے نجات حاصل نہ کرلیں اور فلاحی معاشرہ تشکیل دینے میں کامران و کامیاب نہ ہوں۔

لیکن یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہوگا جب ہم اولیائے کرام کے آستانوں سے وابستہ ہو کر اپنے دلوں کو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور کرلیں۔

آئیں حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت مقدسہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اندر حب رسول کی جوت جگالیں۔ صاحبزادہ محمد بدرلدجی دامت برکا تم عالیہ کی زیر سرپرستی کارہائے نبوت یعنی تعلیم و تعلم' تبلیغ دین' تزکیہ نفوس' تصفیہ قلوب اور دانائی کی درس و تدرس کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے کمربستہ ہو جائیں اور نوجوان نسل کو مخرب اخلاق سرگرمیوں سے نجات دلا کر اخلاق حمیدہ کے وصف سے متصف کرنے کا تہیہ کرلیں تاکہ دینی اور دنیاوی بھلائی ہمارا مقدر بن جائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت، اٹھارویں صدی عیسوی کے اختتام پر، (۱۷۹۸ء) میں موجودہ پاکستان و افغانستان کی سرحد پر واقع علاقہ، تیراہ شریف میں ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی قدر حضرت پیر خواجہ نور محمدؒ اور دادا حضرت پیر خواجہ فیض اللہؒ اس علاقہ کے مقتدر علماء اور مشائخ طریقت تھے۔ برصغیر پاک و ہند اس زمانے میں مغربی (یورپی) طالع آزماؤں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد اس برصغیر میں مسلمانانِ ہند کے اقتدار کی گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی تھی۔ یہاں کی ہندو قوم نے انگریز کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا تھا اور یہ دونوں کافر قوتیں مل کر اس برصغیر سے مسلم قیادت کو ختم کرنے کے درپے تھیں۔ خاص طور سے یورپی اقوام میں سے انگریز، یہاں تسلط جمانے کے لئے یہاں کی سب سے بڑی مزاحم قوت مسلمانوں پر اخلاقی، سیاسی، سماجی و ثقافتی اور معاشی سطح پر غلبہ حاصل کرنے میں کوشاں تھا۔ ان تمام ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ملتِ اسلامیہ کو اس کے اصل محور ——— جناب نبی اکرم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کے جذبہ کو، از سرِ نو زندہ کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لئے سلاسل طریقت، مردانہ وار میدان میں اترے۔ قادری، سہروردی، چشتی اور نقشبندی مشائخ طریقت نے بڑی جانفشانی سے ملتِ رسولِ ہاشمی کے اصل مرض ——— اپنے رسول کریم سے والہانہ پن کے ساتھ تعلق میں کمی کو تشخیص کر لیا تھا اور اس کے سدِ باب کے لئے ابنائے اسلام کے دلوں میں پھر سے مقامِ مصطفیٰؐ اُجاگر کرنے کا بیڑا اٹھا لیا تھا۔ پیرانِ چورہ شریف بھی اس اسلامی جہاد میں کسی دوسرے

سلسلہ طریقت سے پیچھے نہ رہے۔ ان کے جدِ اعلیٰ خواجہ محمد فیض اللہ تیراہیؒ جو خاندانی طور پر شیخ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے قادری مشرب رکھتے تھے۔ رامپور کے مشہور زمانہ شیخ طریقت، خواجہ سید جمال اللہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ میں بھی فیضیاب ہوئے، اور بحکم شیخ مذکور تیراہ شریف واپس آکر، قادری و نقشبندی مشربِ طریقت کی اشاعت میں مشغول ہوئے۔ آپ کے فرزند ارجمند، خواجہ نور محمدؒ نے اپنے والد (شیخ مذکور) سے متداولہ علوم اور راہِ سلوک میں تربیت حاصل کی۔ اور اپنی زندگی کے آخری دور میں تیراہ شریف سے ہجرت کر کے عرصہ پچیس سال سفر میں گزار کر بالآخر پنجاب کے ایک دور افتادہ شمالی علاقہ میں واقع موضع چورہ شریف (مضافات ضلع اٹک) کو اپنا مستقل مستقر بنایا۔ یوں اپنی اولاد مطہرہ کو جو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلسلہ نسب رکھتی ہے۔ اس وادی میں لا بسایا۔ حضرت پیر خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولادیں تو بڑی صاحب علم اور صاحب طریقت رہی، مگر ان میں حضرت پیر خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جس منفرد اور موثر انداز میں اہالیان پنجاب کی رُوحانی تربیت فرمائی۔ اور ان میں جذبہ عشقِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا۔ وہ انتہائی منفرد اور قابلِ صد ستائش ہے۔

حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے علوم متداولہ کی تکمیل نہایت ہی قلیل عرصہ میں مکمل کی اور حضرت بیس سال کی عمر میں تمام علومِ درسیہ میں مقام مہارت پہ فائز ہوئے۔ ازاں بعد صرف دس سال کے عرصہ میں اپنے والد مکرم جناب پیر خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی سے تکمیل نسبت کی اور خرقۂ خلافت پایا۔ اور یوں مخلوقِ خدا کی ہدایت کے منصب جلیلہ پہ فائز ہوئے۔

اس دور میں پنجاب میں خصوصی طور پہ مسلمانوں پر کسمپرسی کا عالم تھا۔ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں علی پور سیداں میں پانی کی قلت کے پیش نظر جا بجا کنوئیں کھودے گئے۔ گاؤں کے مشہور علمی و روحانی گھرانے کے مشہور عالم پیر طریقت، امیر ملّت پیر سیّد

جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا برکت سے کھودے جانے والے کنویں سے بھی پانی نہ نکلا تو اہلِ دیہہ پر مایوسی طاری ہوگئی۔ انہی دنوں خانقاہ چوراہیہ کے چشم و چراغ، امیر ملت کے پیشوا، حضرت پیر خواجہ باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ علی پور تشریف لائے ہوئے تھے۔

عوام کی مایوسی سے آگاہ ہوئے۔ آپ اس نئے کھودے جانے والے کنویں پر جا جلوہ افروز ہوئے اور امیر ملت کی آبدیدہ اور ملتجی نگاہوں کی جھلک سے متاثر ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دست دُعا بلند کئے۔ چند لمحوں بعد آپ نے فرمایا "اب کھودو۔ اللہ رب العزت پانی دے گا۔"

چنانچہ تعمیل ارشاد میں چند فٹ مزید کھدائی کی گئی تو بفضلِ خدا اس میں سے اس قدر فراوانی سے پانی نکلنے لگا۔ کہ اب تک (ڈیڑھ دو سو سال ہونے کو آئے) وہ کنواں جاری و ساری ہے جب کہ اس کے اطراف میں کھودے جانیوالے کنویں تھوڑا تھوڑا عرصہ جاری رہنے کے بعد بند ہو گئے۔

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استغراق اور اسی کے داعی، یہ عظیم الشان روحانی بزرگ اپنے والد گرامی کی منشا کے مطابق تیراہ شریف سے براستہ لحاظ شریف ترکِ وطن کرتے ہوئے چورہ شریف میں رونق افروز ہوئے۔ اور اپنی روحانی تابانیوں سے اہل پنجاب کو خصوصی طور سے منور کرنے لگے۔ قاضی محمد عادل شاہ "انوار تیراہی" میں رقم طراز ہیں۔

ولادت حضرت باواجی فقیر محمد تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی عین حیات میں ۱۲۱۳ھ بمطابق ۱۷۹۸ء میں تیراہ شریف میں متولد ہوئے۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بچہ ان کو دکھایا جائے۔ خاندان کا ایک بزرگ بچے کو گود میں لئے حاضر ہوا۔ سعادت اطوار بچے کو دیکھ کر آپ بے حد مسرور ہوئے اور فرطِ محبت میں اپنی زبان مبارک اس ننھے سے بچے کے منہ میں ڈال دی۔ بچے کے لئے اس دنیائے آب و گل میں یہ پہلی غذا تھی، جسے اس نے بڑی لطافت سے چوسا۔ پیر خواجہ اس عمل سے مزید خوش ہوئے فیض روحانی نے جوش مارا۔ اور آپ فرمانے لگے:۔

"بچہ تو ابھی سے اپنے حصے کے فیض کا طلب گار ہے۔ الحمد للہ بڑا سعادت مند خوش طالع

اور نیک بخت ہوگا۔ ایک زمانہ اس کے فیض معرفت سے استفادہ کرے گا۔"

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اسی روز سے آپ کی پیشانی سے اس پیشنگوئی کے انوارات ضوفشاں تھے۔"

والد قبلہ گاہ

فیضان چوراہی جلد دوم میں تفصیل دی جا چکی ہے کہ جب حضرت پیر خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت بعد اپنی دوسری زوجہ محترمہ (دُخترِ نیک اختر مفتی اعظم کوہاٹ) کے ساتھ واپس آئے تیراہ شریف پہنچے تو اللہ کریم نے آپ کو اس چھوٹی زوجہ محترمہ کے بطن سے نسب سے پہلے جو فرزند عطا فرمایا اس کا نام "نور محمد" تجویز ہوا۔ حضرت خواجہ نے ۱۱۷۹ھ میں اس دنیا میں قدم رکھا۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ والد محترم نے تعلیمی عمر کو پہنچنے پر اس دور کے مشہور علاقائی عالم دین سے ان کو تعلیم دلوانا چاہی۔ کچھ ہی دنوں بعد استاد مکرم نے بچے کی عدم توجہی کی شکایت کی تو والد محترم اس جستجو میں ہوئے کہ دیکھیں بچے کی دیگر مصروفیات کیا ہیں؟ ایک روز چھپ کے دیکھا تو آپ اپنے ہم عمر کئی بچوں کو تعلیم دے رہے تھے۔ یوں باقاعدہ حصول تعلیم میں زیادہ مشغول نہ ہوئے مگر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ آئندہ زندگی میں جب کبھی کوئی علمی مشکل پیش آئی حضرت خواجہ باقاعدہ کتب متعلقہ کا حوالہ دے کر اس کا شافی حل دیا کرتے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ چلہ کشی اور خلوت گزینی میں گزارا۔ شاید ہی کبھی آپ تیراہ شریف سے باہر کسی سفر پر گئے ہوں۔ لیکن امر الٰہی کچھ یوں تھا کہ آپ مریدین پنجاب کی درخواست پر اسّی سال کی عمر میں وادی تیراہ سے نقل مکانی کر کے موضع بموضع سفر کرتے کوہاٹ کے مضافات میں موضع ڈوڈاڑ تشریف لائے۔ اور پچیس سال کے طویل عرصہ بعد اپنے سفر کو چورہ شریف (اٹک) میں پہنچ کر ختم کیا۔ ۱۲۵۹ھ میں تیراہ شریف سے نکلنے والا یہ قافلۂ نور بالآخر ۱۲۸۴ھ میں موجودہ مقام چورہ شریف میں آن ٹھہرا۔ اور پنجاب کے ایک وسیع علاقہ کو ان کے دست حق پرست پر تائب ہو کر رجوع الی اللہ ہونے کا موقع میسر آیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے نہ صرف آپ کی تمام اولاد صاحب نسبت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئی بلکہ مریدین میں سے بھی ایک معقول تعداد تکمیل نسبت و خلافت روحانی سے مشرف ہوئی۔

اولادِ مطہرہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ احمد گل رح ۳۔ حضرت خواجہ دین محمد رح
۲۔ حضرت خواجہ فقیر محمد رح ۴۔ حضرت خواجہ شاہ محمد رح

مشہور و مقتدر خلفاء کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ اللہ نور رح	(خٹک)
۲۔ حضرت خواجہ عجب نور رح	(خٹک)
۳۔ حضرت خواجہ حاجی تاجدار شاہ رح	(نتھیال)
۴۔ حضرت خواجہ مرتضٰی شاہ رح	(ارتڑہ)
۵۔ حضرت خواجہ خان عالم رح	(باؤلی گجرات)
۶۔ حضرت خواجہ سید چنن شاہ رح	(آلومہار سیالکوٹ)
۷۔ حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ رح	(رندولی)
۸۔ حضرت خواجہ محمد شریف رح	(فتح جنگ)
۹۔ حضرت خواجہ ملا محمد نصیر رح	(ملک مالہ)
۱۰۔ حضرت پیر حافظ خواجہ الدین رح	(راجووالہ)
۱۱۔ حضرت خواجہ صاحبزادہ محمد بخش رح	(باؤلی)
۱۲۔ حضرت خواجہ حافظ عبد اللطیف رح	(پشاور)
۱۳۔ حضرت خواجہ سید حبیب اللہ شاہ سائیں رح	(لوپچھ)
۱۴۔ حضرت خواجہ ملا مرید رح	(بھٹو)
۱۵۔ حضرت خواجہ ملا بشیر رح	(بھٹو)
۱۶۔ حضرت خواجہ ملا حسن علی رح	(ٹنکو)
۱۷۔ حضرت خواجہ خدا بخش رح	(بینے والا کشمیر)
۱۸۔ حضرت خواجہ ملا بہادر رح	(پنڈی گھیپ)

۱۹۔ حضرت خواجہ حاجی سرفرود رح (رجوبہ)

۲۰۔ حضرت خواجہ میاں محمود رح (لالی والا)

۲۱۔ حضرت خواجہ احمد میاں رح (کراچی)

۲۲۔ حضرت خواجہ محمد عظیم رح سوں والا

۲۳۔ حضرت خواجہ میاں محمود رح (پنوڑی والا)

۲۴۔ حضرت خواجہ حاجی صاحب رح (ایلس)

۲۵۔ حضرت خواجہ جان محمد رح (کنتھ)

۲۶۔ حضرت خواجہ عبید اللہ رح (کوٹ چھچی)

خلفائے کرام کے علاقائی ناموں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ کے فیضان کرم سے کتنے دور افتادہ مقامات کو روحانی زندگی ملی۔ گوشہ نشینی کا یہ عالم ہے تو جلوہ افروزی کا کیا عالم ہوتا، گویا پشاور سے کراچی اور ادھر کشمیر تک کا وسیع علاقہ (موجودہ پورا پاکستان) آپ کے انوارات سے فیضیاب ہوا۔

آپ نے ۱۲۸۴ھ کے بعد کا ڈیڑھ سال چورہ شریف ہی میں گزارہ اور اسے ابدالاباد تک اپنا مستقل مستقر قرار دے کر ۱۲۸۶ھ میں ایک سو چھ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور عالم بالا میں جا مقیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط آپ کے مزار پرانوار سے نقشبندی مجددی نورانی شعاعوں کے ساتھ ساتھ جمال اللّٰہی گیلانوی نورانی کرنیں ایک عالم کو متوجہ الی اللہ کر رہی ہیں۔ آپ کے نسبی فاروقی، نسبتی نقشبندی و قادری انوارات سے سوا صدی سے عوام الناس اولیاء کرام اور صوفیائے عظام فیضیاب ہو رہے ہیں۔ سیدنا مدار شاہ رح ایسے مرید باصفا کے علاوہ بھی آپ کی کرامات چورہ شریف میں زبان زد عام ہیں۔ انوار تیزاہی میں کافی خوارق عادت احوال مذکور ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد میں دین اسلام سے وابستگی فاروقی خون کے اثرات ہیں۔ شجاعت و دلیری میں بھی آپ کی اولاد ہمیشہ ممتاز رہی رہی۔ آپ کی گیارہویں پشت میں شہاب الدین فرخ شاہ کابلی رح، کابل کے حکمران ہوئے۔ اور اس علاقہ کو مضبوط

زمانے میں آپ کی حکمت، شجاعت اور فراست مثالی بنی۔ جوانی کی سرحدوں کو عبور کیا، تو امورِ سلطنت سے قطع تعلق کر کے ذکر و فکر میں زیادہ مستغرق ہو گئے۔ آپ کی سپاہیانہ زندگی بھی زبردست قابلِ تقلید تھی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اس حد تک مقبول فرمایا، کہ برصغیر پاک و ہند کی معتدر روحانی شخصیت زبدۃ الانبیاء، فرد الاصفیاء فخر الاتقیاء، سر خیل اولیاء، خواجۂ خواجگان سرچشمۂ فیضان چشتیہ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی پانچویں پشت میں، اور حبیب کبریا، واقف اسرار ربانی، نائب جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خواجہ احمد سرہندی المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی سولہویں پشت میں مبعوث فرمایا۔ فرخ شاہ کابلی رح کی اولاد ہی سے ایک ممتاز ہستی شیخ عبدالرسول ہوئے ہیں۔ آپ خاندان چوراہی کے جدِ اعلیٰ ہیں اور غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے چھٹی پشت میں بیٹے ہیں، آپ قادری سلسلہ کے مایہ ناز بزرگ سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہو کر اُن کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر خواجہ سید جمال اللہ گیلانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے سے قبل اپنے والد مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے قادریہ خاندان طریقت میں انہی سے فیضیاب تھے۔ شیخ عبدالرسول اپنے پیشوا مذکور کے اس قدر محبوب تھے کہ آپ نے سند خلافت دیتے ہوئے آپ کو اپنا فرزند (روحانی) قرار دیا۔ پمفلٹ "رابطہ روح" بزبان پشتو میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ نسل در نسل حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کی شرافت و نجابت مسلم رہی۔ اور فاروقی النسب ہونے ہی کے ناطے والی کابل سردار احمد علی خان نبیرہ امیر شیر علی خان نے چورہ شریف میں اس خاندان کو جاگیر عطا فرمائی۔ یہ امر اس خاندان کی سپاہیانہ اور عالمانہ / درویشانہ خدمات کا مظہر ہے۔ قاضی محمد عادل شاہ انوار تیراہی کے صفحہ ۸۴ پر اس امر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

" عدالت میں جب حاضر ہوا۔ تو حاکم نے میری طرف دیکھ کر حکم دیا کہ جب تمہارے پاس

سرٹیفکیٹ سردار محمد علی خاں نبیرہ امیر شیر علی خاں والی کابل موجود ہے۔ تو ہم اس میں ترمیم نہیں کر سکتے مدعیان (جنہوں نے اس خاندان کے شجرہ نسب پر اعتراض کیا تھا) کا دعویٰ خارج ہوا۔ اور ایک مدعی لاولد (بددعا کی وجہ سے) مرگیا۔ باقی عقب آں (یعنی ایسے ہی مریں گے)

تعلیم وتربیت

حضرت پیر خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ فقیہ اعظم کوہاٹ کی صاحبزادی تھیں اور علوم متداولہ میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں۔ حضرت پیر خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجیت میں آنے کے بعد آپ نے سلسلہ تدریس (خواتین میں) ختم کر دیا۔ اور اپنے اس عظیم سرتاج کی ہمراہی میں کوہاٹ سے تیراہ شریف منتقل ہوگئیں۔ خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں اللہ کریم نے نہ صرف ایک ایسا مایہ ناز بیٹا عطا فرمایا جسے نائب مجدد الف ثانی رح کا مقام حاصل ہوا۔ بلکہ ایک نہایت ہی ذہین فطین اور باصلاحیت شاگرد بھی میسر آیا۔ ماں اور باپ کی تربیت نے حضرت خواجہ کو اپنے وقت کا نہایت ہی جید عالم دین بنا دیا۔ آپ نے بھی اپنے والدین کی اس سنت کو آگے بڑھایا اور خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم بنفسہٖ مکمل کرائی۔ ازاں بعد اپنے آبائی سلسلہ طریقت میں بیعت فرما کر اس درجہ ذکر وفکر میں مستغرق کیا کہ قلیل عرصہ میں آپ منازل سلوک طے کر گئے جہاں بیس سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے آپ علوم متداولہ میں کمال حاصل کر گئے۔ وہاں دس سال کی تھوڑی سی مدت میں منازل طریقت کو طے کر کے حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہو گئے۔ آپ اپنے پیر ومرشد کے حکم پر اپنے چھوٹے بھائی خواجہ دین محمد المعروف حضرات ملاں صاحب (جو اس وقت سترہ سال کے تھے) کو ساتھ لے کر تیراہ کی دشوار گزار وادی سے اتر کر وارد پنجاب ہوئے (اس زمانے میں یہ طویل سفر جان جوکھوں کا کام تھا) اور باؤلی شریف ضلع گجرات میں اپنے ایک پیر بھائی خلیفہ خان عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فروکش ہوئے۔ خلیفہ صاحب نے آپ کی روحانی پرواز سے متاثر ہو کر اپنے بیٹے غلام محی الدین کو اپنی بیعت کرنے کی بجائے حضرت پیر خواجہ فقیر محمد تیراہی رح کا مرید کرایا اور یوں آپ سے سلسلہ طریقت نقشبندیہ قادریہ کا اجراء شروع ہوا۔ الحمد للہ! آپ کے پہلے مرید تکمیل نسبت سے سرفراز ہو کر آپ کے خلیفہ مجاز ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے۔

آپ کے کمالات روحانیہ کا یہ عالم تھا کہ آپ قرآن حکیم کے ہر ہر حرف کے فوائد وخواص میں

یدطولیٰ رکھتے تھے اور کتاب مجید کے ایسے ایسے اسرار ونکات بیان فرمایا کرتے۔ کہ علماء کرام عش عش کر اُٹھتے۔

نسب اور اولاد انوار نیراہی (۱۹۱۰ء) کے مطابق آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:
خواجہ فقیر محمد بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت خواجہ فیض اللہ بن حضرت مولانا خان محمد بن حضرت مولانا علی محمد بن حضرت خواجہ شیخ سلیمان بن حضرت خواجہ شیخ سلطان۔ بن حضرت خواجہ شیخ الاسلام بن حضرت خواجہ شیخ عبدالرسول (قادری) بن حضرت شیخ عبدالحی بن حضرت شیخ حبیب اللہ۔ بن حضرت شیخ رفیع الدین: (بانی سرہند شریف) بن حضرت شیخ نورالدین۔ بن حضرت شیخ نصیرالدین بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ اسحاق بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ شعیب بن حضرت شیخ احمد بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلیؒ (امیر کابل) بن حضرت شیخ نصیرالدین بن حضرت محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن شیخ محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر۔ بن حضرت مولانا عبیداللہ الواعظ الاکبر بن شیخ الفتح بن حضرت شیخ اسحاق بن حضرت ابراہیم بن حضرت شیخ نصیرالدین نامر (ابن حضرت سکینہؓ بنت حضرت امام حسینؓ) بن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ کے اجداد کی فضیلت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہ العزیز کے سلسلہ نسب کے تمام بزرگوں کا مختصر طور پر تذکرہ کر دیا جائے تاکہ قارئین کرام کو آپ کی خاندانی عظمت و وجاہت کا بھی اندازہ ہو سکے۔

فاروق اعظم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب مراد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔

اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب' قال و کان احبھما الیہ عمر' فاصبح فغدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **فاسلم۔**

(الترمذی)

"اے اللہ ابوجہل بن ہشام اور عمر بن خطاب ان دونوں میں سے جو آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے اس کے ساتھ دین اسلام کو عزت دے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہاکہ ان دونوں میں عمر بن خطاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھے پس جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام لے آئے

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (مشکواۃ)

"میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے"

حضور علیہ السلام کا فرمان ہے

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ(مشکواۃ)

"یعنی اللہ نے عمرؓ کے دل اور زبان پر حق جاری فرمایا ہے"

بخاری شریف میں ہے

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر۔

"تم سے پہلی امتوں میں محدث تھے پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہوتا تو بیشک وہ عمر ہوگا"

آپ بڑے کثیر العلم، زاہد، متواضع، خلیفہ ثانی، اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپؓ کو ان کی وصیت کے مطابق اور جمیع اصحاب کبار مقیم مدینہ منورہ کی رضامندی سے خلیفہ چنا گیا۔ آپ پہلے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو امیرالمومنین کہہ کر پکارا گیا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں شام، مصر، بیت المقدس، عراق، انطاکیہ اور ایران کا وسیع حصہ، مکران اور بلوچستان کے علاقے سلطنت اسلامی میں شامل ہوئے۔

آپ کی دو کرامتیں زیادہ مشہور ہیں۔ ایک حضرت ساریہؓ جو نہاوند میں مصروف جہاد تھے کہ جمعہ کے روز دوران خطبہ باآواز بلند ہزار میل کے فاصلہ پر یہ ہدایت فرمائی کہ **یا ساریہ الجبل** (اے ساریہ پہاڑ کی آڑ لو) - چند روز بعد لشکر اسلام کے قاصد نے آکر اس آواز فاروقی کی شنید کی تصدیق کی اور بتایا کہ کیونکر ہم پہاڑ کی آڑ لیکر دشمن پر غالب رہے۔ اور دوسرے دریائے نیل کے نام خط ـــــ واقعہ یہ تھا کہ اہل مصر ہر سال دریائے نیل میں پانی کم ہونے پر رسم بونہ منایا کرتے تھے یعنی ایک حسین و جمیل باکرہ لڑکی کو دریائے نیل میں غرق کر دیا کرتے تھے۔ جب عمر بن عاص کی سرکردگی میں مصر فتح ہوا اور سال کا وہ مہینہ آیا تو اہل مصر نے آپ سے اس رسم کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت عمر بن عاص نے اس کی اطلاع دربار خلافت میں دی اور وہاں سے حکم مانگا اس پر آپ نے دریائے نیل کے

نام خط لکھا کہ اگر تو خدا کے حکم سے جاری ہے تو ٹھیک اور اگر تو اپنی مرضی' منشا اور ارادہ سے جاری ہے تو تیرا بند ہو جانا زیادہ بہتر ہے جب یہ خط دریا کے سپرد کیا گیا تو فراوانی سے اس میں پانی بہنے لگا اور آج تک اس رسم بونہ کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی۔

آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ قبتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی قبر مبارکہ ہے اور یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

اغیار تک کا کہنا ہے کہ اگر اسلام کو ایک عمر اور مل جاتے تو دنیا سے کفر کا نشان مٹ جاتا۔

شیطان آپ کے نام تک سے پناہ مانگتا ہے۔ حضرت پیر خواجہ سید محمود علی گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز (راقم کے پیشوائے کامل) فرمایا کرتے اگر کسی پر رات میں عالم خواب میں خوف طاری ہوتا ہو یا دیگر شیطانی وساوس و اثرات مرتب ہوتے ہوں تو وہ اپنے سینہ پر یا عمر لکھ لیا کرے' شیطانی اثرات سے محفوظ و مامون رہیگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے' جلیل القدر صحابی اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں - بعثت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ایک سال قبل یا بعد آپ کی ولادت ہوئی - صغر سنی ہی میں اسلام لے آئے تھے اور اپنے والد ماجد کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگئے - جنگ بدر و احد میں بوجہ صغر سنی کے شریک نہیں کیے گئے۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے - آپ کی ایک شادی حضرت فاطمہ بنت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو

دنیا نے اپنی طرف اور اس نے دنیا کو اپنی طرف مائل نہ کرلیا ہو سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اپنی تعریف سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی تعریف کررہا تھا تو آپ نے اس کے منہ میں مٹی ڈالدی اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مداحوں کے منہ میں خاک ڈال دیا کرو" آپ بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرنے میں سبقت کرتے' اسی سعادت کی غرض سے صبح و شام بازار کا چکر لگاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روزمرہ کی زندگی کا غایت درجہ مطالعہ کرتے رہتے تھے اور معمولات و جزئیات سنن کا اس حد تک اتباع کرتے تھے کہ شاید اس کی نظیر دوسرے کسی صحابی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ عہد رسالت کے بعد کے تمام فتنوں سے آپ بالکل علیحدہ رہے۔ آپ کے فضائل و مناقب صحابہ و تابعین سے بکثرت مروی ہیں۔ قرآن' تفسیر' حدیث اور فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کے بحر بیکراں تھے۔ اکثر محدثین اسناد حدیث میں جس سند کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں وہ مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم ہے۔ مکثرین فی الحدیث میں آپ کا دوسرا نمبر یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہے' آپ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

آپ نے ۷۳ھ یا ۷۴ ہجری میں تراسی (۸۳) یا چوراسی سال کی عمر میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ زمانہ حج میں عرفات سے واپسی پر کسی شخص کے نیزہ کی نوک آپ کے پاؤں میں لگ گئی اور یہی زخم آپ کی وفات کا باعث ہوا۔ حجاج بن یوسف اسوقت مکہ معظمہ میں موجود تھا اس نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

آپ کی اولاد میں عبداللہ' سالم فقیہ' عبدالرحمٰن' زید' عبیداللہ' ابوبکر' ابوعبیدہ' واقد'

عمر' ابوسلمہ' قلابہ اور بلال تھے۔ صاحبزادیوں میں حفصہ' سودہ اور ام علقمہ تھیں۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم

آپ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ فقہائے سبعہ مدینہ منورہ میں آپ کا شمار ہے۔ ارباب سیر کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد میں صورت اور سیرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ ان سے مشابہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ان کے مشابہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ تھے۔ اس طرح گویا حضرت سالم رضی اللہ عنہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا نقش ثانی تھے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے زمانے میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی شخص سلف صالحین (صحابہ کرام رحمتہ اللہ علیہم) کی مانند نہ تھا۔ امام نووی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ کی امامت' جلالت' زہد و ورع اور علو مرتبت پر سب کا اتفاق ہے۔ تفسیر' حدیث' فقہ اور جملہ فنون میں ان کو یکساں کمال حاصل تھا لیکن شدت احتیاط کی وجہ سے قرآن کریم کی تفسیر بیان نہ کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی اعظم تھے۔ سالم رحمتہ اللہ علیہ نے زیادہ تر انہی کے خرمن سے خوشہ چینی کی تھی۔ ان کے علاوہ اکابر صحابہ رضوان اللہ عنہم میں حضرت ابوہریرہ' ابوایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان بزرگوں کے فیض سے آپ کا دامن علم نہایت وسیع ہو گیا تھا۔ آپ کا خاص امتیاز فن فقہ تھا' اس میں آپ امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ علامہ ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ ثقہ' کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں سے تھے۔ آپ سے تمام کتب صحاح میں احادیث مروی ہیں"

۱۰۶ھ میں ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ حج کے دوران ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے اندر گیا وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ ہشام نے ان سے کہا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیں۔ حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے گھر میں اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا شرم کی بات ہے۔ جب دونوں کعبہ سے نکل آئے تو پھر ہشام نے ان سے دریافت کیا اور کہا کہ اب تو باہر آگئے ہو جو درکار ہو طلب کرو۔ حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تم سے کیا طلب کروں' آخرت کی چیز یا دنیا کی؟ ہشام نے کہا دنیا کی۔ حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا" دنیا تو میں نے اس کے مالک حقیقی سے بھی کبھی طلب نہیں کی پھر بھلا تم سے (جو اس کے مالک بھی نہیں ہو) کیوں طلب کروں" ہشام آپ کا بہت احترام کرتا تھا' آپ نہایت معمولی اور موٹے لباس میں بے محابا اس کے دربار میں چلے جاتے تھے اور وہ اسی لباس میں آپ کو تخت شاہی پر بٹھالیتا تھا۔

ذی الحجہ ۱۰۶ھ مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ ہشام بن عبدالملک نے جبکہ وہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں آیا ہوا تھا نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

آپ کی نرینہ اولاد میں عمر' ابوبکر' عبداللہ' عاصم' جعفر اور عبدالعزیز ہیں۔

شیخ ابراھیم قدس سرہ

تابعین میں سے تھے۔

شیخ اسحاق قدس سرہ

تبع تابعین میں سے تھے اور مجتہدوں میں بھی آپ کی شان نہایت اعلیٰ تھی۔

شیخ ابو لفتح قدس سرہ

آپ بھی تبع تابعین میں سے تھے۔

شیخ عبداللہ واعظ اکبر قدس سرہ

اپنے زمانے کے محدثین اور مجتہدین میں مقتدر تھے' بحیثیت واعظ ہر دلعزیز تھے اسی وجہ سے آپ کو واعظ اکبر کہا جاتا تھا۔

شیخ عبداللہ واعظ اصغر قدس سرہ

علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا' اکثر معاصر علما آپ سے استفادہ کرتے تھے' اپنے والد کی طرح آپ بھی مشہور واعظ تھے۔

شیخ مسعود قدس سرہ

تحصیل علوم کے بعد باطنی استفادہ اپنے والد بزرگوار سے کیا تھا۔ بڑے عابد و زاہد بزرگ گذرے ہیں۔ خلفائے عباسیہ آپ کے بہت معتقد تھے اور انہی کی عقیدت نے آپ کو مکہ مکرمہ سے دارالخلافہ بغداد آنے پر مجبور کر دیا ورنہ اس سے قبل آپ کا خاندان حجاز ہی میں قیام پذیر تھا۔

شیخ سلیمان قدس سرہ

علوم ظاہری سے فارغ ہو کر حضرت شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ (م ۲۵۳ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قلیل مدت میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس سلسلہ کا نام سری سقیطہ ہے۔

شیخ محمود قدس سرہ

اپنے والد شیخ سلیمان رحمتہ اللہ علیہ سے باطنی استفادہ کیا' آپ کی دلیری اور شجاعت سے متاثر ہو کر خلیفہ وقت نے جو لشکر ترکستان کی مہم پر بھیجا تھا اس کی کمان آپ ہی کے

سپرد کی' وہاں سے آپ فاتح اور کامیاب واپس آئے پھر قلعہ غزنین فتح کیا تو خلیفہ نے وہاں کی حکمرانی آپ کے سپرد کردی۔

شیخ نصیر الدین قدس سرہ

اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد قلعہ غزنین کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور کئی حملوں کے بعد بالآخر کابل کو فتح کرلیا پھر کابل ہی کو اپنا دارالحکومت مقرر کیا اور وہیں قیام پذیر ہو گئے۔

سلطان شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی قدس سرہ

اوائل عمر ہی سے متقی' پرہیز گار اور متدین تھے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ' عادات حسنہ اور اخلاق پسندیدہ کے اعلیٰ و ادنیٰ سب مداح تھے۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوئے۔ افغانوں اور مغلوں کے تنازعات ختم کرکے اراضی کا مناسب بندوبست کیا۔ دنیاوی حکمرانی کے ساتھ ساتھ آپ باطنی دولت سے بھی مالا مال تھے اور بکثرت لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آخری عمر میں زمام حکومت اپنے صاحبزادے شیخ یوسف کے حوالے کرکے ایک درہ میں (جو کابل سے تھوڑے فاصلہ پر ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب ہو کر "درہ فرخ شاہ" کہلاتا ہے) گوشہ نشینی اختیار کی۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔

آپ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کے بھی جدا علیٰ ہیں اور حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب آپ تک اس طرح ہے۔ حضرت بابا فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ بن شیخ جمال الدین بن سلیمان بن قاضی شعیب بن محمد احمد بن محمد یوسف بن شیخ محمد بن فرخ شاہ۔

شیخ یوسف قدس سرہ

علوم ظاہری حاصل کرکے باطنی استفادہ اپنے والد بزرگوار سلطان فرخ شاہ سے کیا اور

ان کی گوشہ نشینی کے بعد زمام سلطنت سنبھالی۔ بڑے عادل' صالح اور دیندار تھے۔ آپ نے بھی آخری عمر میں سلطنت سے دستبردار ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور زمام حکومت اپنے صاحبزادے شیخ احمد کو سونپ دی۔

شیخ احمد قدس سرہ

اپنے والد ماجد کی طرح متقی' عالم اور صاحب حال بادشاہ گزرے ہیں لیکن آپ نے سلطنت کو بالکل ہی خیر باد کہہ دیا حتیٰ کہ اولاد کو بھی اس سے باز رہنے کی وصیت کی اور تھوڑا سا اثاثہ بال بچوں کے لئے رکھ کر باقی تمام مال فقراء میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے بھی فیض حاصل کیا اور خلافت پائی۔

شیخ شعیب قدس سرہ

اپنے والد کے وصال کے بعد خانقاہ کی سجادہ نشینی ملی۔ آپ درویش صفت' فرشتہ خصلت اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

شیخ عبداللہ قدس سرہ

اپنے والد بزرگوار شیخ شعیب کے علاوہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ سے بھی استفادہ کیا اور خلافت حاصل کی۔

شیخ اسحاق قدس سرہ

صاحب حال' صادق القول' آزاد ضمیر اور صاف گو بزرگ گذرے ہیں۔ آپ اپنے والد شیخ عبداللہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

شیخ یوسف قدس سرہ

اپنے والد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اپنے زمانے کے بڑے متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ آپ کی عبادت وریاضت اور زہد و تقوی کی بہت شہرت تھی' ظاہری و باطنی علوم کے جامع ہونے کی وجہ سے لوگ آپ سے دونوں علوم میں استفادہ کرتے تھے۔

شیخ سلیمان قدس سرہ

اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ بہت با فیض بزرگ تھے۔ علم و فضل' زہد و تقوی اور احسان و کرم سے آراستہ تھے۔

شیخ نصیر الدین قدس سرہ

اپنے زمانے کے جید عالم اور بڑے مشائخ میں سے تھے۔ باطنی استفادہ اپنے والد ماجد کے علاوہ دیگر مشائخ چشتیہ سے بھی کیا۔

حضرت امام رفیع الدین قدس سرہ

علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور اپنے والد شیخ نصیر الدین کے جانشین اور خلیفہ ہونے کے علاوہ آپ نے تقریباً چار سو مشائخ کبار سے استفادہ کیا اور اکثر سے خلافت حاصل کی۔ آخر میں حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ جہانیاں جہاں گشت کے خلیفہ ہوئے۔ حضرت مخدوم نے آپ کے کمال زہدوتقوی کی وجہ سے آپ کو اپنا امام نماز بنایا اور شرف دامادی بھی بخشا۔ آپ ہی خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے ہندوستان میں سکونت اختیار فرمائی اور سرہند شریف کی بنا و تعمیر کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔

شیخ حبیب اللہ قدس سرہ

آپ امام رفیع الدین قدس سرہ کے صاحبزادوں میں سے ہیں۔ والد بزرگوار کے انتقال

کے بعد خانقاہ کی مسند نشینی آپ ہی کو ملی۔ اپنے زمانے کے ولی اور مشہور بزرگوں میں سے تھے۔

شیخ محمد قدس سرہ

شیخ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلف الرشید تھے۔ آپ نے باطنی استفادہ اپنے والد بزرگوار سے کیا۔ ان کے انتقال کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے اور سرہند شریف کی ظاہری و باطنی ریاست آپ کے سپرد ہوئی۔

شیخ عبدالحی قدس سرہ

آپ شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اور سجادہ نشین تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم اور اپنے والد ماجد کی طرح عوام الناس کو راہ راست پر لانے کے لئے ہر دم اور ہر لحظہ ساعی و کوشاں رہتے تھے۔

شیخ عبدالرسول قدس سرہ

آپ شیخ عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے تھے۔ اپنے والد قبلہ گاہی سے تربیت روحانی حاصل کرنے کے علاوہ اس دور کے ایک مقتدر شیخ طریقت سید موسیٰ قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا اور ان سے خرقہ خلافت پایا۔ (رسالہ رابطہ روح بزبان پشتو)

شیخ الاسلام قدس سرہ

اپنے والد قبلہ گاہ سے علوم دینی و روحانی کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت پایا۔ اپنے اجداد کے طریقہ پر چلتے ہوئے آپ نے بھی ملت کی دینی پیاس بجھانے میں نمایاں مقام پایا۔

شیخ سلطان قدس سرہ

موصوف اپنے والد محترم کے سجادہ نشین ہوئے اور دین متین کی ترویج واشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف رکھی

حضرت شیخ سلیمان قدس سرہ

آپ نے اپنے اجداد کے قائم کردہ دینی نظام کو مزید آگے بڑھایا اور قادری سلسلہ طریقت کی اشاعت میں کوشاں رہے۔

حضرت مولانا قاضی علی محمد قدس سرہ

آثار یہ بتاتے ہیں کہ حضرت مولانا علی محمد رحمتہ اللہ علیہ ہی وہ شخص ہیں جو نواح کابل سے وادی تیراہ میں آکر مقیم ہوئے اور سلسلہ تصوف کی ترویج میں کوشاں رہے۔

حضرت مولانا قاضی خان محمد قدس سرہ

آپ خاندان چوراہیہ کے معروف و مقتدر فرد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم ہیں۔ آپ کو علوم درسیہ پر اعلیٰ درجہ کی مہارت تھی۔ آپ نے زندگی کا ایک معقول حصہ شادی خیل مضافات کوہاٹ میں گزارا۔ اس ضلع میں آپ کا فتویٰ مسائل شرعیہ میں مقبول و مستند تھا۔ ایک عالم آپ کے شہرہ آفاق علم و فضل کا گواہ ہے۔ اپنے فرزند خواجہ محمد فیض اللہ کو علوم متداولہ میں آپ ہی سے شرف سند حاصل تھا۔ اکیس سال کی عمر کو پہنچنے تک آپ نے اپنے اس ہونہار بیٹے کی ظاہری و باطنی علوم میں تکمیل کر دی تھی۔ آپ کی کرامات کا شہرہ عام ہے۔ کوہاٹ کے مضافات میں موضع الاچی کے قریب آپ کا مزار مقدسہ خٹک اور افغان قوم کیلئے باعث خیروبرکت ہے۔

خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہ اور خواجہ نور محمد قدس سرہ کے حالات

فیضان چوراہی جلد دوم میں ملاحظہ ہوں

حضرت باواجی کی سیرت کے ضمن میں مستند اور غیر متنازعہ علماء و صلحاء امت کے افکار و احوال کا تذکرہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صلحاء امت ہمیشہ اسوہ حسنہ پر عمل پیرا رہے ہیں کیونکہ امت مرحومہ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی مخالفت کرنے والا کبھی مقبول بارگاہ ایزدی نہیں ہو سکتا۔ آج سینکڑوں سال بعد بھی اگر اولیاء امت زندہ ہیں' ان کے عمل زندہ ہیں' ان کی تعلیمات زندہ ہیں اور ان کا فکر زندہ ہے تو اسکی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ ان کا طریق' طریق مصطفوی ہے۔ ان کی راہ' راہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان کے اعمال و احوال اتباع سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تابندہ نمونہ ہیں۔

حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ نے چورہ شریف ایسے دور افتادہ مقام سے علم و معرفت کی جو شعاعیں روشن کیں اور برصغیر پاک و ہند کے ایک وسیع خطہ کے باسیوں کو اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ بنانے کی جو کامیاب سعی فرمائی اس کی اصل کنہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کے سوا کچھ نہ تھی۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"
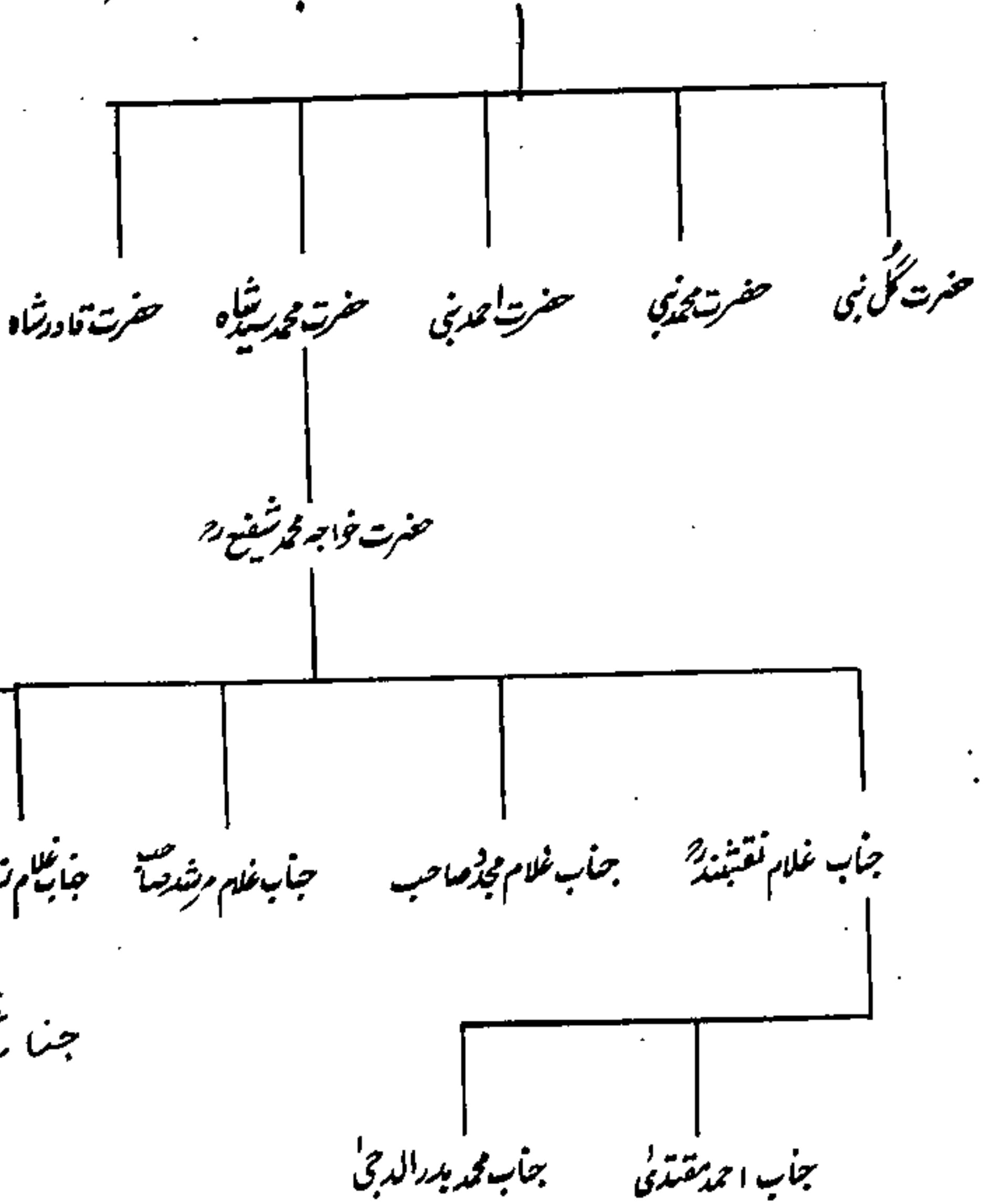
سال ترتیب ۱۹۹۴ء

خواجہ فقیر محمد کا طریق تربیت

تکمیل تعلیم کے بعد بیعت طریقت اور پھر مجاہدات وریاضت کے ذریعے تقرب الہٰی نصاب طریقت ہے ۔ قرآن حکیم میں جناب موسیٰ علیہ السلام کا جناب شعیب علیہ السلام سے تربیت پانا مذکور ہے۔ اسی طرح سیرت نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ پہلو نمایاں طور سے واضح کیا جاتا ہے کہ آپ آغاز وحی سے قبل سالوں تک ریاضت اور مجاہدے کی غرض سے ستولیکر غار حرا یا دیگر خلوت کدوں میں رہتے رہے ہیں۔ ان مجاہدات کا مقصود خود میں اس عظیم نعمت کے بار کو قبول کرنے کی صلاحیت کو صیقل کرنا ہوتا ہے جس کے متعلق اللہ رب العزت کا قرآن حکیم میں فرمان ہے۔

لو انزلنا هذا القرن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشیته الله

"کہ اگر یہ قرآن پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو (اے انسان) تو دیکھتا کہ خشیت الہٰی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا"

خداوندی فیضان کرم کو قلب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط اور پیران سلاسل کے توصل ہی سے حاصل کرنا ممکن ہے اور مجاہدات اسی صلاحیت کو زیادہ صیقل و پالش کرنے کا اہتمام ہے۔ حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس پیر باصفا سے (جن کا فرمانا تھا کہ فیضان طریقت کوئی آبائی ورثہ نہیں جو باپ سے بیٹے کو منتقل ہو جائے' اسمیں تو جو محنت کرتا ہے وہی پھل پاتا ہے) اس امر میں معقول استفادہ کیا اور شب و روز نوافل و اوراد کے ذریعہ تقرب الہٰی کے حصول مین مشغول رہے۔ ان کے سخت مجاہدات کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

تصوف کے حسب ذیل پانچ اصول بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) کم خوردن (۲) کم گفتن (۳) کم خفتن (۴) خلوت (۵) اور یاد الٰہی

فاذکرونی اذکرکم۔ اقم الصلوۃ لذکری۔ فاذکر انما انت مذکر

قرآن حکیم اور احادیث پاک میں اس مضمون کو متعدد بار باندھا گیا ہے۔چھوٹی عمر ہی سے ذکر و فکر، مراقبہ اور نماز و روزہ میں مشغول رہنا آپ کا معمول رہا۔ عموماً" آپ اپنے وقت کے ابدال تصور کیے جاتے ہیں۔

معمولات زندگی

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد اصلاح انسانیت کا بار اولیاء کرام کے کندھوں پر آن منتقل ہوا۔ فخر الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے "**علماء (اولیاء) امتی کا نبیاء بنی اسرائیل**" میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری امت کے اولیاء کرام انبیاء بنی اسرائیل کی مانند، اولاد آدم کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیں گے۔ کار نبوت یہ ہے کہ بندے کو خدا سے واصل کیا جائے۔ یوں ایک طرف یہ گروہ اللہ رب العزت سے واصل ہوتا ہے۔ اس وصل کے حصول کے لئے اپنی روزمرہ زندگی کو تابع کرنا پڑتا ہے۔ ریاضت و مجاہدات کے ذریعے شر حیوانی کو دور کرنے کے لیے شرف انسانی کے حصول میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔ اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ جن روزمرہ معمولات پر کار بند رہے وہ کچھ اس طرح تھے۔

قبل از نماز فجر

گوشہ تنہائی اور یاد الٰہی

بعد از نماز فجر تا طلوع آفتاب

مراقبہ اور یہ ایک سبق تھا کہ مریدین بھی اسی طرح اپنے دن کا آغاز کیا کریں۔

بعد از نماز اشراق

دو آڑھائی پارہ تلاوت قرآن پاک تاکہ یتلو علیھم ایتہ کا ورد مکمل رہے۔ ازاں بعد اپنے روز مرہ معمول کے وظائف

طعام قبل از دوپہر

ازاں بعد

قیلولہ

شب بیداروں کے لئے قیلولہ مسنون ہی نہیں لازمی بھی ہے تاکہ ان کے رات کے مشاغل تھکن اور غنودگی کا شکار نہ ہو جائیں۔

اذان ظہر سنتے ہی قیلولہ ترک کرکے با اہتمام وضو فرما کر نماز ظہر کی ادائیگی ہوتی۔ پھر کچھ تلاوت قرآن حکیم ۔ اس کے بعد زائرین و حاضرین کی طرف توجہ ہوتی۔ ارباب حاجت کی دلبستگی کے لیے دعا ہوتی۔ ان کی عرض داشتیں سنی جاتیں۔ تعویزات کے طلبگاروں کی تالیف قلبی ہوتی' مایوس العلاج لوگوں کے لئے دعائیں ہوتیں' پانی دم کرکے دیا جاتا' توجہ ہوتی۔ اذان عصر پر ادائیگی نماز کا التزام ہوتا۔ اس نماز میں آپ ذرا سی تاخیر کے روا دار نہ ہوتے اور یہ اس لفظ قرآنی پر استقامت تھی جس میں اللہ کریم کی طرف سے صلواۃ الوسطی (عصر کی نماز) کی محافظت کی تاکید ہے (حفظوا علی ا لصلوات و الصواۃ الوسطی)

بعد از نماز مغرب و اوابین تناول طعام ہوتا اور نماز عشاء اول وقت میں پڑھ کر زائرین اور مہمانوں کو آرام کی تلقین ہوتی۔ غذا میں تقلیل (قلت ۔ کمی) مردان حق کا دلپسند معمول ہے ۔ ذکر حق میں مشغولیت پسندیدہ عادت۔ آپ چونکہ اپنے جدا علیٰ حضرت شیخ عبدالرسول علیہ الرحمتہ کے توسل سے قادری سلسلہ میں اور اپنے دادا خواجہ محمد فیض اللہ

رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے نقشبندی مجددی سلسلہ میں خصوصیت سے فیض یافتہ تھے اس لئے چودہ خانوادوں کے تصرف فیضان کے با وصف قادریہ' نقشبندیہ سلسلہ کی خصوصی اشاعت فرمایا کرتے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رباعی

یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر غم مغرق
خذ یدی سہل لنا اشکالنا

اکثر آپ کے ورد زبان رہتی۔ خصوصاً جب آپ اپنے خلفاء کرام سے حلقہ ذکر کراتے تو اس رباعی کو زیادہ التزام اور توجہ سے پڑھاتے تھے۔ آپ کے نزدیک مبتدی کے لئے سلسلہ نقشبندیہ سہل تھا۔ کبھی آپ وجدانی کیفیت میں ہوتے تو ھیہات ھیہات اور کبھی آخر فنا' آخر فنا فرمایا کرتے۔ اس حالت میں قصیدہ بروہ شریف کے اشعار بھی زبان مبارک پر جاری رہتے۔

تلقین و ارشاد

آپ فرمایا کرتے "باطن درست کرو کیونکہ مرنے کے بعد باطنی اعمال ہی کی وجہ سے نجات ممکن ہے۔ ظاہر احکام شریعت کا لحاظ رکھا جائے تب ہی باطنی اعمال کی صحت و درستگی ممکن ہے" **الظاہر عنوان الباطن** ظاہر (احکام شریعہ کی پابندی) بہر طور سنن و آثار صحابہ کے مطابق ہونا چاہیے۔ خداوند تعالیٰ کو خاص اسی کی ذات کیلئے یاد کرنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کا فرمان تھا "خدا کو خدا کیلئے پیار کرو اور یاد کرو اس لئے کہ کسی خاص مقصد کے لئے اللہ کی یاد مقصد براری کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد بلا اغراض نفسانی کرنی چاہیے" خاص خلفاء' احباب کی محفل ہوتی تو ان سے درج ذیل حدیث قدسی کی روشنی میں گفتگو فرماتے۔

من لم یرض بقضائی - ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر عل نعمائی -
ولم یقنع بعطائی فلیطلب ربا سوائی

یعنی قادر ذوالجلال تعالی اللہ مجدہ اپنے بندوں سے فرماتا ہے

"جو کوئی میری قضا پر راضی نہیں میری طرف سے آنیوالی مصیبت پر صابر نہیں' میری نعمتوں پر شاکر نہیں' میری عطا پر قانع نہیں تو پھر وہ میرے سوا کسی اور کو اپنا رب بنالے"

اولیاء اللہ کا اصل کام عوام و خواص میں للہیت کا جذبہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اسی کو رابطہ بین بندہ و خدا کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت باواجی علیہ الرحمتہ اکثر یہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمایا کرتے

خیر والناس من ینفع الناس

"بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچے"

یہ فرمان رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم گویا آپ کی تعلیمات کا جوہر تھا۔ خالی اور فضول باتیں اور خود پرستانہ گفتگو آپ کو پسند نہ تھی۔ خشک زاہد بھی جو اپنی عبادت گذاری میں شرف انسانیت اور جذبہ الفت و محبت بھول جاتے تھے' آپ کو اچھے نہ لگتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے" مجھے باتیں نہیں آتیں" آپ طریقہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تابعین و تبع تابعین پر عمل پیرا رہتے اور اس طریق کو اپنے جملہ متوسلین کے لئے پسند فرماتے یہاں تک کہ ملاقات کی غرض سے آنیوالے زائرین سے بھی اکثر مصافحہ مسنون کرتے البتہ اپنے خلفاء اور خاص احباب سے حسب دستور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ بھی فرماتے اور اس عمل کا مقصد بھی زیادہ تر ملنے والوں میں جذبہ اخلاص و عمل بیدار کرنا ہوتا۔ آپ کبھی کسی کی دل آزاری نہ فرماتے اور اسی کی تلقین بھی فرماتے۔ خلفاء کرام کی تعظیم کے معاملہ میں بھی آپ بڑے محتاط تھے۔ ایک مرتبہ ایک متوسل نے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کا بارگاہ مرشدی میں انکسار دیکھ کر ان کو عامیانہ انداز میں مخاطب کیا تو علم ہونے پر آپ نے اس امر کی سخت گرفت کی اور عامیانہ طریقے سے ان کا اسم گرامی لینے کو سخت ناپسند فرمایا حالانکہ آپ کی طبیعت میں جمالیت اس قدر تھی کہ سالہا سال آپ کے ساتھ رہنے والے خدام پر آپ خفا نہ ہوتے۔ زندگی بھر آپ کی ذات سے کسی کو نقصان نہ پہنچا اور اس عمل خیر کی آپ ترویج بھی فرمایا کرتے۔ شکستہ دلوں کی دلجوئی آپ کا معمول تھا اور اس امر کی تلقین بھی فرماتے۔ حب خالص کیلئے حاضر ہونے والے زائر سے آپ زیادہ خوش ہوتے۔ امراء و متکبر لوگوں سے آپ اجتناب کرتے اور یہ طریق طریقہ اہل تصوف ہے۔ اگر کوئی آپ سے احسان کرتا تو آپ کی کوشش ہوتی کہ اسے دس گنا لوٹایا جائے۔ زیب و زینت اور محفل آرائی فقیر کیلئے زہر قاتل ہے۔ آپ اس سے اجتناب فرمایا کرتے۔ دوران سفر تربیت کی خاطر چند خلفاء اور درویشوں کو ساتھ رکھتے۔ ظاہر پرستی آپ کو مرغوب نہ تھی۔ البتہ باطن کی درستگی کا آپ بطور خاص خیال رکھتے۔ اتباع

سنت سے کبھی قدم باہر نہ رکھتے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے متوسلین کو بھی شریعت پر سختی سے عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔ تحمل و بردباری کا عملی درس ہوتا۔ آپ کا تحمل مثالی و منفرد تھا۔ ملنے والوں کی خطائیں اور قصور معاف کرنے میں زیادہ دیر نہ کرتے بلکہ خود بلا کر اس سے عذر و معذرت سن لیتے۔ اس پر بھی فرماتے "خداوند تعالیٰ ہمارا تمہارا گناہ معاف کرے" کم گفتن آپ کا وطیرہ تھا۔ اکثر آپ ساکت و صامت یاد الہیٰ میں مستغرق رہتے اور احباب کو بھی اسی طریقے پر عمل پیرا ہونے کا سبق دیتے۔ اکثر علماء و فقراء آپ کی محفل میں موجود رہتے لیکن بحث و مباحثہ میں کبھی مصروف نہ ہوتے۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے محفل پر ایسی ہیبت طاری رہتی کہ آپ کی اجازت و اذن کے بغیر کوئی لب کشائی نہ کرتا۔ اس رعب میں آپ کا وقار اور خوش اخلاقی ہوتی بس یوں جانیئے کہ "ہیبت حق است وایں از خلق نیست" اپنے متوسلین کو مرید کے لفظ سے نہ پکارتے بلکہ دوست اور ساتھی کا سا رتبہ دیتے۔ اخلاص و محبت کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی ایک مرتبہ صحبت کا لطف اٹھا لیتا اس کا دل آپ کی محفل چھوڑنے پہ آمادہ نہ ہوتا۔ آپ کو تعویز نویسی کچھ زیادہ پسند نہ تھی۔ بالعموم حاجت مندوں کیلئے دعا فرماتے اور اسی سے ان کی مشکلات آسان ہو جاتیں۔ صدق و اخلاص سے حاظر ہونے والا شخص آپ کی مودت قلبی کے باعث آپ کا گرویدہ و عاشق بن جاتا اور آپ پر اپنی جان و دل فدا کرنے کو سعادت گردانتا۔ کم خوردنی میں بھی آپ منفرد تھے۔ کسی خاص کھانے کی رغبت نہ تھی اور اسی کی تلقین بھی کرتے۔ جو کچھ میسر آجاتا برضا و رغبت تناول فرمالیتے۔ دوران سفر ہمراہیوں اور خدام کو تکلیف میں نہ ڈالتے۔ یک لخت نہ تو کوئی معتمد و مقرب بن پاتا اور نہ ہی فی الفور کسی کو مغضوب بنانے کی کوشش کرتے۔ ہر شخص کو اسکی باطنی حیثیت اور دلی اخلاص کے مطابق حلقہ احباب میں شامل فرماتے اور جو اس حلقے میں شامل ہو جاتا اسے کسی اور کی احتیاج نہ رہتی۔ اسے ایک اطمینان قلبی میسر آجاتا اور اسکی دنیاوی مشکلات میں بھی آسانی پیدا ہو جاتی۔

باواجی نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کی تیراہ شریف سے نقل مکانی

فطرت کے اصولوں کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کوہستانی

(اقبال)

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی فاروقی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ فیضان جمال سے مستفید ہو کر اپنے آبائی مسکن تیزئی شریف نواح وادی تیراہ شریف (مشہور سرحدی قبائلی علاقہ جو کہ افغانستان اور پاکستان کی دشوار گذار سرحد پر ہے اور غالبا آج کل ملک افغانستان میں واقع ہے) میں سکونت پذیر ہو کر فیضان نقشبندیہ قادریہ کی ترویج میں مشغول ہوئے۔ ۱۱۷۹ھ میں آپ کے ہاں تولد ہونے والے فرزند ارجمند حضرت خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کی نور افشانیاں بامرالٰہی آپ کو چورہ شریف لے آئیں۔

آج تو خیر یہ وادی کچھ آباد ہے مگر آج سے دو سو سال پہلے یہ علاقہ انسانی آبادی کے نام سے کچھ اتنا زیادہ واقف نہ تھا۔ اس وادی میں بہنے والی ندی "کسی" بھی اسوقت موجود نہ تھی اس لئے بغیر پانی کے آبادی کا تصور ویسے ہی یکے از ناممکنات تھا۔ اس وادی سے پندرہ میل شمال میں واقع ایک گاؤں نتھیال میں حضرت خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عاشق زار مرید و خلیفہ حضرت پیر خواجہ سید نامدار شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا قیام تھا اور اسی کی محبت حقیقت میں خاندان نوریہ فیضیہ کو تیراہ کی دشوار گذار وادی سے چورہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کا ایک اہم سبب بنا۔ راولپنڈی کوہاٹ روڈ پر راولپنڈی سے ۱۰۸ کلومیٹر جنوب میں کوہاٹ سے ۷۰ کلومیٹر شمال میں اور اٹک سے ۵۰ کلومیٹر مغرب میں واقع گاؤں چورہ غالباً چور رستے پر ہونے کی وجہ سے چوراہا سے بگڑ کر چورہ رہ گیا اور خاندان نوریہ کی آمد سے چورہ شریف بن گیا۔ یہ سنگلاخ اور ریتلا علاقہ ہے اس لئے بیک وقت کوہستانی و صحرائی علاقہ کا منظر پیش کرتا ہے۔ اب تو خیر "کسی" (ندی) اس کے گرد و نواح میں آبادی کا باعث

بنی تاہم یہ بارانی اور غیر آباد سا علاقہ تھا۔ جنگلی جانوروں از قسم شیر، بھیڑیا کی آماجگاہ تھا۔ انتہائی دشوار گذار راہ تھی۔ دو اڑھائی صدیاں پیشتر صرف محبت و اخلاص ہی غلامان نقشبندیہ کو اس مرکز تک لانے کا واحد سبب ہوتا تھا۔ گذشتہ زمانہ میں چورہ شریف تک رسل و رسائل کا واحد ذریعہ ریلوے تھا اور قریب ترین سٹیشن کا نام لنگر تھا جہاں سے کئی میل کا سفر پیدل طے کرنا پڑتا تھا۔ راستے میں ندی (کسی) کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ اب تو خیر پاکستان بھر میں موجود قریبا ستتر (۷۷) نقشبندی آستانے ایسے ہیں جو اس گھرانے سے فیضیاب ہیں ان میں علی پور سیداں شریف سب سے ممتاز ہے۔ حضرت پیر خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ایک نہایت مخلص مرید میاں احمد فقیر اور دیگر مخلصین کا اصرار آپکی چورہ شریف آمد اور اسے آباد کرنے کا باعث بنا۔ میاں احمد فقیر رحمتہ اللہ علیہ نے جس اخلاص و محبت سے اپنے پیران عظام کی خدمت کی وہ قابل فخر اور لائق تقلید ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی چورہ شریف آمد

قرائن شاہد ہیں کہ آپ نے تیس (۳۰) سال کی عمر میں پنجاب کی طرف پہلا سفر کیا۔ اگر آپ کی ولادت ۱۷۹۸ء تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ۱۸۲۸ء کے لگ بھگ اس سفر پر روانہ ہوئے۔ خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ بالعموم گوشہ نشین رہتے اس لئے یہ خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ ہی ہیں جنہوں نے خطہ پنجاب میں عمومی سفر اختیار کئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو وسعت دی۔

آپ کے اسم گرامی کے ساتھ لحاظوی کا لاحقہ قابل غور ہے۔ آثار سے ظاہر ہے کہ آپ کافی عرصہ تک لحاظ شریف جو تیراہ سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں ہے قیام پذیر رہے۔ یوں بھی یہ علاقہ آپ کا ننھیال ہے۔ اس خطے میں طویل مدت تک قیام ہی کی وجہ سے آپ

لحاظوی کے طور پر مشہور رہے۔ ابتک آپ کے کتبوں اور دیگر آثار میں لحاظائی۔ لحاظوی قسم کے الفاظ موجود ہیں۔ مزید برآں اگر حضرت خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے وقت آپ چورہ شریف میں ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بڑے ہونے کے ناطے آپ ہی ان کے وصال پر ان کے سجادہ نشین نہ ہوتے۔ حضرت پیر خواجہ دین محمد المعروف حضرات ملاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت پیر خواجہ باوابیو نور محمد علیہ الرحمتہ کی سجادگی پر فائز ہونا اس امر کا راستہ دکھاتا ہے کہ آپ کے وصال کے وقت حضرت پیر خواجہ فقیر محمد علیہ الرحمتہ تبلیغی دورے پر کسی دور افتادہ مقام پر تھے۔ اسی طرح یہ امر بھی کہ آپ کا چورہ شریف میں قیام اپنے والد قبلہ گاہ کی رہائش گاہ سے بجانب جنوب مشرق قریباً آدھا پونا میل کے فاصلہ پر ہے اسی امر پر دال ہے کہ آپ کی چورہ شریف میں آمد اپنے والد گرامی کی معیت میں نہ تھی۔ اگر آپ اپنے والد مکرم کے دور میں بھی چورہ شریف آئے ہیں تو آپ کا قیام ان کے ہاں ہونے کے آثار معدوم ہیں۔ آج دربار شریف حضرت پیر خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ متصل گھروں میں کسی جگہ کی نسبت حضرت پیر خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی طرف نہیں جبکہ آپ کی قبر مبارک' اس سے متصل مسجد اور دیگر رہائشی مقامات پر آپ کی رہائش کے آثار موجود و محفوظ ہیں۔ وہ مقام (بیٹھک) جہاں آپ کے مشہور زمانہ خدام مثلاً امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ' پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ' حافظ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مریدین و خلفا نے تربیت پائی زیارت گاہ خواص ہے اور قصر عارفاں کے نام سے موجود و مشہور ہے۔ حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شاخ کا تعلق کشمیر سے بھی ہے اور وہاں موجود خاندانی جائیداد کا تذکرہ سننے میں آیا ہے۔ تاہم یہ بات اپنے طور پر تحقیق طلب ہے کہ حضرت باواجی کب چورہ شریف تشریف لائے اور ان کو اپنے والد گرامی قدر سے اتنے فاصلے پر رہائش کی کیوں کر ضرورت پیش آئی جبکہ ان دونو بھائیوں کے ملنے والے ان کی

آپس کی محبت و یگانگت کی دلپذیر پیرواستانیں سناتے ہیں۔ (راقم کے دادا کا اسم گرامی حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہے ان کا مرقد منور ملکھا نوالہ چک نمبر ۲۴۶ رکھ متصل فیصل آباد میں مرجع خلائق ہے اور انہی کا تذکرہ انوار تیراہی کے ٹائٹل پیج کے اندرونی صفحہ پر گیارھویں سطر کے آغاز میں بقلم حضرت قاضی محمد عادل شاہ رحمتہ اللہ علیہ موجود ہے) حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمتہ اللہ سید گلاب شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے جو کہ خواجہ دین محمد رحمتہ اللہ علیہ المعروف حضرات ملاں صاحب کے خلیفہ مجاز تھے راقم اپنے دادا حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے ہر دو برادران کی محبت و یگانگت کا خود شاہد ہے۔ علاوہ ازیں تیس سال کی عمر میں حضرت باباجیو رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت بابا جی دین محمد رحمتہ اللہ علیہ کو جنکی عمر مبارک اس وقت سترہ سال تھی' پنجاب کے اولین سفر میں ساتھ لے جانا اور مصنف انوار تیراہی کا کتاب مذکور کے صفحہ ۷۷ پر اپنی مرض کی شفاء کے حوالے سے حضرت خواجہ کا ذکر' دونوں کی باہمی مساعی فروغ دین اور آپس کی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

لحاظ شریف گو آپ کے ننھیال تھے تاہم وہاں آپ کی رہائش علیحدہ اور مستقل تھی۔ آپکے فرزند ارجمند و سجادہ نشین محمد سید شاہ آپ کے وصال کے سات سال بعد لحاظ شریف سے چورہ شریف آکر قیام پذیر ہوئے۔ اس کے متعلق صفحہ ۷۷ پر ہی قاضی محمد عادل شاہ صاحب نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ یوں ہے۔

نقل ہے (یعنی بتایا گیا ہے) کہ حضرت جب بمقام لحاظ تشریف رکھتے تھے تو آپ کے گھر میں ایک چور نے نقب لگائی' کچھ مال چورا کر لے گیا اور چند پارچات راستہ میں گراتا چلا گیا۔ باوجود معلوم ہونے کے حضرت نے اس سے چشم پوشی کی۔ خدا کی قدرت سے اسکی اولاد میں جو موجود تھے وہ لونڈے ہوگئے اور بعد ازاں جو پیدا ہوتے رہے وہ بھی سب لونڈے ہی ہوتے رہے۔ نہایت ذلیل اور رسوا ہوا اور اپنے خاندان میں نشان ندامت

ہوگیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آخر کار اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی طلب کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس روز سے اسکی اولاد صحیح و سلامت ہونے لگی۔ بہرحال چورہ شریف میں قیام پذیر ہونے کے بعد آپ کا حجرہ مبارک قصر عارفاں کے نام سے مشہور ہوا اور اب نسلاً بعد نسل آپ کی چوتھی پشت میں موجود اولاد میں سے پیر خواجہ محمد بدرالدجیٰ مدظلہ العالی سلسلہ رشد و ہدایت کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں۔ اگر چورہ شریف سے جاری فیضان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا تعین کیا جائے تو بھی اس منبع انوار کو جاری ہوئے قریباً ڈیڑھ صدی بیت رہی ہے اور یہ عرصہ بجائے خود اس مرکز ہدایت و تجلیات کی اصابت اور استحکام کا آئینہ دار ہے۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے مدارج النبوت (اردو) حصہ اول ترجمہ الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی کے صفحہ ۵۲۵ پر اس عنوان کے تحت لکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامتیں اور نشانیاں بہت سی ہیں لیکن سب سے اعلیٰ و اعظم علامت حضور کی اتباع و پیروی اور سنتوں پر عمل' آپ کی ہدایت کے مطابق' سلوک اور آپ کی سیرت پر چلنا' حدود شریعت پر قائم رہنا اور احکام شریعت سے تجاوز نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعو نی یحببکم اللہ

"فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ تمہیں اللہ کی محبت حاصل ہو جائیگی"

گویا (بحکم الہیٰ) اپنی اتباع کو خدا کی محبت کی علامت و دلیل قرار دیا۔

"درحقیقت محبت علت متابعت اور اس کا باعث ہے لہٰذا متابعت دلیل و علامت محبت ہے اور علماء (اولیاء و صلحاء) فرماتے ہیں کہ محبت مطالعہ نعت سے ابھرتی ہے۔ نعت پر جتنی اطلاع حاصل ہوگی محبت میں اتنی ہی قوت پیدا ہوگی اور یہ بلاحظہ احسان اور مشاہدہ حسن و قدر سے بھی پیدا ہوتی ہے اور متابعت سے حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ محبت بالذات اتفاق و اتحاد کی مقتضی ہے اور جب متابعت محبت کو ابھارنے والی ہے تو طاعات و عبادات (اس محبت کی بنا پر) میں کوئی بوجھ اور مشقت معلوم نہیں ہوتی بلکہ غذائے قلب' نعیم روح' سرور خاطر اور آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم ہوتی ہے اور جسمانی لذتوں سے یہ (لذت) عظیم تر معلوم ہوتی ہے خصوصاً" اسوقت جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا

تصور بھی شامل ہو جیسے کہ حدیث پاک میں ہے کہ

من احیی سنتی فقد احیانی و من احیانی کان معی فی الجنتہ

"جس نے میری سنت کو زندہ کیا بلا شبہ اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا"

حقیقت میں محبت (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نور ہے اور معصیت ظلمت و تاریکی ہے اور یہ نور ظلمت یعنی تاریکی کو دور کرنے والا ہے۔

(جاء الحق و زھق الباطل)

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے بڑھ کر کوئی مقام افضل و اشرف نہیں۔ حضرت باواجی علیہ الرحمتہ فنا فی الرسول تھے اور حب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اسقدر راسخ تھے کہ آپ کا ایک ایک لمحہ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرتا تھا۔

اسی طرح علامات محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آپ کے ذکر شریف کی کثرت ہے۔ کثرت ذکر لوازمات محبت میں سے ہے۔

"من احب شیا" اکثر ذکرہ"

"جس سے محبت زیادہ ہوگی اس کا ذکر کثرت سے ہوگا"

بعض محبت کی تعریف دائمی ذکر محبوب سے کرتے ہیں اور یہ سعادت، خدمت، علم دین کے حصول اور علم سیر (سیرت) کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اولیاء کرام حضور علیہ السلام کی محبت سے ہو کر سرشار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اپنے شب و روز معمور رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمتہ اللہ علیہ کا شعر ہے"

خوشا چشم کو بنگرِ مصطفیٰ را
وآں سر کہ دارد خیال محمد

اور

بود در جہاں ہر کسے در خیالے
مرا ازہمہ خوش خیالِ محمد

حضرت باواجی کی زبان پر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و صفات کا ذکر رہتا اور آپ کی صفات کی معرفت آپ کا نصب العین رہتا۔ آپ کے اسم گرامی کی ادائیگی پر انگوٹھوں کو بوسہ دینا اور آپ کی عظمت کے خیال سے اپنے سر کو تعظیماً" جھکانا بھی علامات محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نشانی ہے۔ آپ کی ایسی عادت رہی کہ آج ایک سو سال گذر جانے کے باوجود آپ کے متعلقین و متوسلین کا یہ معمول ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا اسم گرامی سنتے ہیں تو اتباع پیر و مرشد میں تعظیم و توقیر کا وہی انداز اپنانے کی کوشش کرتے ہیں جو آپ کا طریقہ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کے ذکر پر تعظیم و توقیر، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا مسلسل عمل رہا ہے۔ اصول ہے کہ جو جس سے محبت کا دعوی کرتا ہے اس کے سامنے عجزو انکسار کا اظہار کرتا ہے۔ صحابہ کرام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ حال تھا کہ وہ آپ کے ذکر پر رونے لگتے، انتہائی خشوع کا اظہار کرتے، ان پر عظمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھا جاتی۔ حضرت باواجی بھی اسی محبت و عقیدت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت آپ کی زیارت کا شوق بھی ہے۔ حضرت باواجی علیہ الرحمتہ میں یہ جذبہ بڑی شدت سے تھا۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے اس بات کے شاہد رہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کے لیے آپ کثرت سے درود شریف کا ورد رکھتے تھے۔

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ آپ سے تعلق رکھنے والے اہل بیت اور صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) رضوان اللہ

علیہم اجمعین سے غائت درجہ محبت رکھی جائے۔ جو شخص ان سے عداوت و بغض رکھتا ہو' ان کے بارے میں زبان کو کثافت و تبرہ سے آلودہ کرتا ہو اس سے دلی نفرت رکھی جائے۔
حضرت باواجی علیہ الرحمتہ کو اہل بیت اطہار سے جو محبت و عقیدت تھی اس کا ایک مظہر کسی شخص کا حضرت امیرملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جو آپ کے مرید با صفا تھے' عمومی زبان میں بلانے پر گرفت کرنا تھا (کہ شرف طریقت کے ساتھ ساتھ امیرملت میں شرف نسب بھی اس امر کا متقاضی ہے کہ آپ کی عزت و توقیر کی جائے) اصحاب کبار کے باب میں حدیث شریف ہے "انہیں نشانہ نہ بناؤ اور جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھنے کی بنا پر ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی بنا پر ان سے دشمنی رکھتا ہے' جو کوئی ان کو ایذا دیتا ہے وہ بلا شبہ مجھے ایذا دیتا ہے اور جو مجھے ایذا پہنچاتا ہے وہ خدا کو ایذا دیتا ہے اور جو کوئی خدا کو ایذا دے' قریب ہے کہ وہ خدا کی پکڑ اور عذاب میں آجائے"
(مدارج النبوت حصہ اول ترجمہ غلام معین الدین مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی صفحہ ۵۳۰)۔

حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کی محافل میں توقیر صحابہ کرام کا خاص خیال رکھا جاتا اور آپ کی ایک سو دو سالہ زندگی میں توقیر اہل بیت و عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم کا بالالتزام خیال رکھنا آپ کے ہم نشینوں کا حرز جان تھا۔

سماع قرآن کریم بھی علامات محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مظہر ہے۔ اللہ تعالٰی جس آیہ کریمہ میں بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کے لیے احسان عظیم فرماتا ہے وہاں تلاوت قرآن حکیم کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ رب تعالٰی کا فرمان ہے

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم ایتہ"

"بلا شبہ اللہ تعالٰی کا مومنین پر احسان ہے کہ اس نے انہی میں سے اس رسول کو معبوث

فرمایا جو ان پر آیات (قرآنیہ) تلاوت فرماتا ہے"

تلاوت قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کئی طریق سے مظہر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان کردہ حدیث پاک کے بموجب **کان خلقہ القران** " آپ کا خلق عین قرآن حکیم تھا" اس لیے اس کی تلاوت کرنا' اس پر عمل پیرا ہونا' اس کو سمجھنا' اس میں غور و فکر کرنا' اس کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھنا اصل میں حضور علیہ السلام سے محبت ہی کی علامت ہے۔ حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے ایک مایہ ناز صوفی اور شیخ طریقت گذرے ہیں' آپ فرماتے ہیں' خدا سے محبت کی نشانی قرآن حکیم سے محبت رکھنا' قرآن حکیم سے محبت نبی کریم سے محبت اور نبی پاک سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت اور آپ کی سنت سے محبت آخرت سے محبت اور دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ذخیرہ نہ کرے بجز توشہ آخرت۔

حضرت باواجی فقر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر کسی چھت کا نہ ہونا آپ کے فقر محمدی پر عمل پیرا ہونے کی نشانی ہے۔ زندگی جس عجز و انکسار میں آپ نے گزاری اس کی یادیں ابھی تازہ ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خلق محمدی کے مظہر' قرآن حکیم کی تلاوت سے اپنے شب و روز کو منور کرنے والے' اپنے ملنے والوں کے دلوں میں قرآن حکیم سے تعلق پیدا کرنے کا ولولہ تازہ کرنے والے تھے۔ آپ کے عرس مبارک کے موقع پر' ذوق و وجدان سے بھرپور ہر سال محفل شبینہ کا انعقاد ایک ایسا منفرد عمل ہے جو صاحب قرآن سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضور نبی کریم سید المرسلین' مفتاح المقربین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک اہم علامت علماء و صلحاء امت' اور متبعین رحمتہ العالمین سے محبت و موانست اور اہل بدعت' فاسق و فاجر اور جہلا سے قطع تعلق و ترک صحبت ہے۔ جو شخص شریعت مطہرہ سے

روگرداں ہو اس سے ناگواری کا اظہار اور اس سے قطع تعلق بھی ضروری ہے۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کے ذکر میں ہے کہ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا کہ ابن ابی (جو کہ ان کا حقیقی باپ تھا) کی منافقت کی بنا پر میں خود اس کا سر کاٹ کر حضور پر نور شافع یوم النشور کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت کا طلبگار ہوں۔ اللہ کا یہی فرمان ہے۔

"لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم لا خر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانو اباء ھم"

"اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی قوم ان سے کبھی محبت نہ کریگی جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی و عداوت رکھتے ہیں خواہ وہ ان کے آباواجداد ہی کیوں نہ ہوں"

صلحاء امت کی عظمت بھی ان کی حضور علیہ السلام سے وابستگی کی بنا پر ہوتی ہےاور ان کی محبت و عظمت بھی اسی بات کا برملا اعلان ہے کہ ہماری محبت کی بنیاد اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و وقار ہے۔ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کی مجالس ذکر صلحا سے روشن ہوتیں۔ بلا شبہ ذکر اولیا اللہ کفارہ عصیاں ہے۔

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمتہ

اس امر کی قوی شہادت ہے۔ ذکر اصفیا سے قلوب مزین و صیقل ہوتے ہیں' یادالہٰی کی رغبت کا باعث ہوتے ہیں' رحمت الہٰی کے نزول کا باعث بنتے ہیں' تقویت ایمان کا سبب ہوتے ہیں اور اولیا اکرام کا معمول ہے کہ وہ اپنے متوسلین و زائرین کو ذکر و محبت صالحین امت کی طرف ترغیب دے کر ان کی قلبی تقویت کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ مدارج النبوت سے ان اقتباسات کی روشنی میں حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات کو مزین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں جب معترضین طریقت کو اور کوئی بہانہ نہیں ملتا تو اصحاب کرام اور صلحاء امت کے عمل سے اسکی تصدیق طلب کرتے ہیں۔

خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

انک لعلی خلق عظیم

"بیشک آپ کا خلق، خلق عظیم ہے"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس دنیا میں اولاد آدم میں سے سب سے زیادہ رنج و محن کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے علاقے میں مبعوث فرمائے گئے جو نظم و ضبط اور قانون نام کی کسی چیز سے آشنا نہ تھا، جہاں تعلیم و تعلم کا نشان بھی ڈھونڈھے سے مشکل ہی سے ملتا تھا ایسے میں ان میں اشاعت علم، اس کے قبول کا جذبہ اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری کا تصور کرنا ناقابل فہم سی بات معلوم ہوتی ہے۔ صاحب رحمتہ اللعالمین (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) رحمتہ اللعالمین جلد اول کے صفحہ ۲۵۵ پر رقم طراز ہیں

"ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو۔ جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو جہاں کے باشندے وحشت و غارت گری میں درندوں سے مشابہ، جہالت و لا تعلقی میں انعام (جانوروں) سے بدتر ہوں، ایک ایسے دعوی کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعوی کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت، اس کے ملیا میٹ کرنے پر دل و جان سے، زر سے، مال سے سالہا سال متفق رہی ہو، بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے۔ گذشتہ واقعات (کتاب مذکور کے سابقہ ابواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تحریر کردہ واقعات کے ضمن میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، محاسن، صفات، محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسے ریت میں کندن اور ان واقعات ہی سے

یہ پتہ لگتا ہے کہ مظلومی و بیچارگی اور قوت و سطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی اور غربت کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کر لیا ہو۔ اور اسے علائق دنیوی سے (اس بھرپور دنیا میں رہنے کے باوجود) پاک کر دیا ہو"

"جناب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کیلئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں"

ایک فرانسیسی مستشرق پروفیسر سیڈیو خلاصہ تاریخ العرب کے صفحہ ۴۲ پر لکھتا ہے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خندہ رو' ملنسار' اکثر خاموش رہنے والے' بکثرت ذکر خدا کرنے والے' لغویات سے دور' بیہودہ پن سے نفور' بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔ انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آپ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے تھے' غربا میں رہ کر خوش ہوتے۔ کسی فقیر کو اس کی تنگی دستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ (امیر' صاحب مال و زر) کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے۔ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلبی فرماتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہ سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش) نشست فرمایا کرتے' اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے' اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے' دشمن و کافر سے کشادہ پیشانی سے ملا کرتے تھے۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کیمیائے سعادت کے صفحہ ۲۸۰ (مطبوعہ نو لکشور ۱۸۸۲ء) پر اقطراز ہیں

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مویشیوں کو خود چارہ ڈال دیتے' اونٹ باندھ دیتے' گھر میں صفائی کر لیتے (اپنی ازواج مطہرات کی معاونت کرتے) بکری کا دودھ دوہ لیتے' خدام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے' خدام کی ان کے کاموں میں مدد فرماتے' بازار سے سودا

سلف خود خرید لاتے' اور وقت پڑنے پر خود ہی بازار سے اٹھا کر گھر میں پہنچا دیتے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ چھوٹے اور بڑے کو سلام کرنے میں پہل کی کوشش فرماتے' جو کوئی ساتھ ہو لیتا اس کے ہاتھ میں اپنا دست مبارک دے کر چلا کرتے۔ غلام' آقا' حبشی' ترکی میں ذرہ برابر فرق نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے (امراء کی طرح جبہ و دیگر متکلفانہ لباس نہ پہنتے) کیسا ہی کوئی بیکس اور معاشرتی طور پر کم مرتبہ کا مالک دعوت دیتا آپ اس کی دعوت کو رد نہ فرماتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے رغبت کے ساتھ تناول فرماتے۔ رات کے کھانے میں صبح کیلئے اور صبح کے کھانے سے شام کیلئے کچھ اٹھا نہ رکھتے۔ نیک خو' کریم الطبع' کشادہ رو' تھے۔ مگر کھلکھلا کر یا قہقہہ لگا کر نہ ہنستے۔ اندوہگین تھے مگر ترش رو نہ تھے۔ متواضع تھے جس میں احساس کمتری نہ ہوتا۔ باہیبت وباوقار تھے مگر درشتی نہ ہوتی' سخی تھے مگر اسراف سے ہمیشہ گریزاں رہتے۔ ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے' کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو قدرے جھکائے رکھتے۔

ارباب فضل کی قدر و منزلت

حضرت سعد بن معاذ جنگ خندق کے موقع پر شدید زخمی ہوگئے تھے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے ان کو اپنا حکم و منصب تسلیم کرکے بلایا تھا۔ جب وہ مسجد میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کرام سے جو قبیلہ بنی اوس سے تھے فرمایا **"قوموا الی سیدکم"**

"اپنے سردار کی عزت افزائی کیلئے جاؤ" لوگ گئے اور ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔ جناب حسان بن ثابت رضی اللہ علیہ جب مسجد میں آپ کی موجودگی میں آپ کی تعریف میں اشعار پڑھتے تو آپ ان کے لیے منبر لگوا دیتے جس پر بیٹھ کر وہ آپ کی تعریف اور کفار کی مخالفت میں اشعار پڑھا کرتے۔

ادب و تواضع

- آپ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے
- جو کوئی مل جاتا اسے خود پہلے سلام کرتے
- مصافحہ کیلئے خود پہلے ہاتھ آگے بڑھاتے
- اپنے صحابہ کو ان کی عزت افزائی کیلئے ان کی کنیت کے نام سے یاد فرماتے اور بلاتے
- کبھی کسی کی بات قطع نہ فرماتے
- اگر آپ نفل نماز میں ہوتے اور کوئی پاس آ کر بیٹھ جاتا تو آپ نماز کو مختصر کر دیتے۔ زائر کی بات سنتے اسکی ضرورت پوری فرماتے اور پھر نماز میں مشغول ہو جاتے
- اکثر متبسم رہتے مگر بلند آواز سے نہ ہنستے

شفقت و رافت' عدل و رحم' اعداء کو معاف فرمانا' جود و کرم' شرم و حیا' صبر و حلم' عفو و درگذر' صدق و امانت' عفت و عصمت' زہد و وراء' غرضیکہ اوصاف حمیدہ میں کونسا وصف ایسا ہے جو آپ میں موجود نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں جا بجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہونے پہ فخر کا اظہار کیا۔ تبرک کے طور پر یہ چند خوبیاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اولیاء کرام حضور علیہ السلام کی خوبیوں کی اتباع میں سر توڑ کوشش کرتے ہیں اس لیے کہ ان پر منکشف ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد بمطابق فرمان الٰہی عبادت یعنی عرفان الٰہی ہے اور عرفان الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ اتباع سرور انبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ تحیتہ والثناء ہے۔

حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کا خلق

حضرت باواجی حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار اور پکے سچے متبع تھے۔ کتب سیر میں جنکا ایک پر تو سطور بالا میں مذکور ہے آپ کے جو اوصاف حمیدہ درج ہیں' آپ ان کا عملی نمونہ تھے۔ پروفیسر سیڈیو ہو یا امام غزالی' قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کی شفا شریف ہو یا زاد المعاد' صحیح بخاری شریف ہو یا مسند امام احمد رحمتہ اللہ علیہ ان سب میں آپ کے خلق کا جو احوال درج ہے باواجی گویا اس کا عملی مظہر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا صفات نے آپ کی شخصیت میں گہرا اثر چھوڑا تھا۔

مشائخ طریقت کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ سراپائے نبوت سے اپنی زندگیوں کو مزین کر کے امام الانبیاء کی "فاتبعونی" کی منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ حضرت باواجی علیہ الرحمتہ کی زندگی بھی امام الانبیاء علیہ تحیتہ والثناء کے خلق کی مظہر تھی۔ کردار' رفتار' گفتار' مجلس' محفل عام معمولات میں آپ زیادہ سے زیادہ اتباع محبوب علیہ السلام کا خیال رکھتے۔ عنوان وار آپ کا معمول حسب ذیل تھا۔

سادگئی لباس

نیلگوں چادر اوڑھتے۔ سفید قمیض شلوار' سر پر لنگی پگڑی اور پوٹھوہاری چپل' ہاتھ میں عصا' سادگی کا یہ پیکر' جمالیت کا آئینہ دار تھا۔ لباس میں طمطراق اور شوخی پسند نہ تھی۔ عجز و وقار زیادہ پسندیدہ تھا۔

جمالیت اطوار

آپ کو تمکنت و تفاخر سے رغبت نہ تھی۔ تکلف و تصنع سے گریزاں رہتے۔ قدرتی وجاہت و وقار آپ کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ مدتوں ساتھ رہنے والوں پر شاید ہی کبھی آپ خفا ہوتے۔ آپ کا سراپا انوار و برکات کا مظہر ہوتا۔ آپ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر کسی پر

رنج و ضرر کو روا نہ رکھا۔

آپ کے ہاں طبقاتی امتیاز نام کو نہ تھا۔ امیر و غریب پر آپ کی نظر یکساں ہوتی۔ شکستہ دلوں کی دلجوئی آپ کا معمول تھا۔ سفر ہو یا حضر آپ دوسروں کے آرام و سکون کا زیادہ خیال رکھتے۔

معمولات سفر

فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے کسی کی تعریف کی۔ آپ نے دریافت فرمایا "کیا تو نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا کیونکہ حالت سفر ایک قسم کا سفر و مصیبت ہوتا ہے' کسی کے اخلاق و اخلاص کو جاننے کا بہتر ذریعہ ہے" اس معیار فاروقی پر اگر حضرت باواجی علیہ الرحمتہ کے سفر کے احوال کا مطالعہ کیا جائے تو واقعی خدا یاد آتا ہے۔ حلم' صبر' محفل آرائی سے گریز اور زیبائش سے نفرت آپ کا وطیرہ رہا۔ سفر میں تربیت کی خاطر خلفاو درویش ہمراہ ہوتے۔ نہ درویشوں کو تکلیف میں ڈالتے نہ خلفا کو ابتلا میں

سفر کے دوران قیام

آپ تبلیغی دوروں کے دوران عام طور پر مساجد کے ساتھ ملحق حجروں میں قیام پذیر ہوتے۔ اولا اس خیال سے کہ مسجد ایک مشترکہ جگہ ہوتی ہے اور اس جگہ ہر شخص بلا جھجک حاضر خدمت ہو سکتا ہے اور اگر کسی کے گھر قیام ہو تو اہل خانہ کے ساتھ لوگوں کے تعلقات راہ میں حائل ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔علاوہ ازیں آپ فرمایا کرتے ہم خدا کے مہمان ہیں اس لیے خانہ خدا میں قیام ہی ہمارا منشور ہے۔ مساجد میں قیام کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ علماء کرام اور درویشوں کی ایک ایسی جاں نثار جماعت تیار ہو گئی جس نے سکھوں کے پرفتن دور اور پھر انگریزوں کی مکارانہ چالوں سے مسلمانوں کو محفوظ کر کے مساجد کو

مسلمانوں کا مرکز بنادیا۔ یوں دین میں خارجی اثرات کو ختم کرنے میں بڑی مدد ملی۔

تحمل و بردباری

قصور و خطا انسانی فطرت ہے۔ آپ آپنے ساتھیوں کی خطاؤں کو معاف فرماتے۔ ان کے قصوروں پر در گذر کرتے۔

"والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس"

آپ کا مشرب تھا۔ بالعموم خطا کار کو خود بلا کر فرماتے "اللہ تمہارا ہمارا گناہ معاف فرمائے"

قبول دعوت

احباب و متوسلین کی دعوت قبول کرنے میں آپ اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے' نہ غربا کی دعوت رد فرماتے' نہ امراء کی دعوت کے منتظر رہتے۔ کسی خاص وقت کیلئے پہلے حاضر ہونے اور دعوت دینے والے کی درخواست قبول فرمالی تو پھر اسے شوق سے نبھایا۔ اس سے زیادہ وسائل رکھنے والے کو کوئی دوسرا وقت تو دیدیا مگر پہلے کا دل توڑنا کبھی گوارا نہ کیا۔

خوراک

آپ کو مرغن اور پر تکلف خوراک کبھی پسند نہ رہی۔ خمیری روٹی اور کھچڑی زیادہ مرغوب تھی مگر کسی خاص کھانے پر کبھی اصرار نہ رہا۔ پاکیزہ اشیاء کو پسند فرماتے۔ چائے کا استعمال آخر عمر میں شروع کیا۔

ماثرت

آپ "حریص علیکم و بالمومنین رؤف رحیم" کی واضح تصویر تھے۔ جو کوئی ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں آبیٹھتا پھر سدا اسی در کا ہو جاتا۔ آپ ہر ملنے والے کی روحانی و باطنی استعداد کے مطابق اسے فیضیاب فرماتے۔ کچھ لوگوں نے امیرملت علیہ الرحمتہ پر آپ کی

نواز شات کے متعلق گفتگو کی تو آپ نے برملا فرمایا "ہماری طرف سے سب پر برابر کی توجہ ہے حافظ جی کے پاس چراغ بھی تھا' تیل بھی' بتی بھی' اور دیا سلائی بھی ہم نے صرف سلگانے کی محنت کی ہے اور خدا نے چراغ روشن کردیا"

آپ متوسلیں کو "یار" "دوست" کہہ کر مخاطب کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے پوتے نے کسی کو "مرید" کہہ دیا تو آپ ان کی تربیت کے لیے ان سے سخت ناراض ہوئے' پھر بلا کر سمجھایا کہ میرے باپ دادا میں سے کسی نے ان متوسلین کو "مرید" نہ کہا (بلکہ ہمیشہ یار دوست یا ایسے ہی مناسب لفظ سے یاد فرمایا) تم بھی آئیندہ ایسا نہ کہنا۔

بدظنی سے گریز

بدظنی اور لوگوں کی شکایت پر احباب سے قطع تعلقی' کردار کی کمزوری کا مظہر ہوتی ہے۔ آپ کا وطیرہ تھا کہ اگر کوئی کسی دوسرے کے متعلق شکایت بھرے انداز میں گفتگو کرتا تو آپ اسے پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے اور حتمی طور پر ہر کسی کی کوتاہی' قصور ثابت ہونے تک اس کی تہدید نہ فرماتے۔ اگر کسی کا قصور برملا اور یقینی طور ثابت ہو جاتا تو قصور وار کو بلا کر اس کا نہ صرف قصور معاف فرماتے بلکہ فرمایا کرتے کہ اللہ کریم تمہارا ہمارا دونوں کا گناہ معاف کرے۔

احسان کا بدلہ

اللہ کریم کا فرمان ہے

"حل جزاء الاحسان الا الاحسان"

"نیکی کا بدلہ نیکی ہے"

اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ حسن سلوک کرتا یا کوئی بھلائی کرتا یا آپ کے لیے کوئی کام سرانجام دیتا تو آپ اس احسان کو یاد رکھتے اور جبتک اس احسان کا بدلہ دس گنا

عنایت نہ فرمالیتے آپ کو قرار نہ آتا۔

دوران سفر تربیت خلفا

جن مریدین اور خلفا کو سفر کے دوران ساتھ رکھتے ان کو قدم قدم پر سفر کے آداب سے عملی طور پر آگاہ فرماتے اور سفر و قیام کے مسنون طریقوں سے ان کی تربیت کا اہتمام فرماتے۔ مریدین پر قیام کے دوران زیادہ بار نہ ڈالتے۔ بالعموم کسی ایک مقام پر تین روز قیام فرماتے اگر متوسلین کی تعداد زیادہ ہوتی تو قیام پندرہ یوم سے تجاوز نہ کرتا۔

آداب حلقہ احباب

آپ کا عمومی عمل تھا کہ آپ یکبارگی کسی کو محتمد و مقرب نہ بنا لیتے بلکہ چڑھتے چاند کی مانند موزوں و مناسب ارتقاء الفت ہوتا۔ اسی طرح اگر آپ کے اعتماد کو کسی سے ٹھیس پہنچتی تو بھی آپ تنزل پذیر چاند ہی کے انداز میں اسے محروم اعتماد فرماتے

تعویز نویسی

متوسلین کے تالیف قلب کی خاطر مجرب و مسنون دعائیں اور تعویزات مشائخ کرام کا معمول رہا ہے تاہم اس عمل سے آپ کو کچھ زیادہ شغف نہ تھا۔ بالعموم دعا برکت ہی سے لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتیں۔ انتہائی ضرورت ہوتی تو آپ تعویز بھی لکھ دیتے۔

اثر آفرینی

آپ کی طبیعت اخلاص و محبت کی بنا پر ملنے والوں کو از حد متاثر کرتی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و موانست سے سرشار آپ کی محفل ایسی اثر آفرین ہوتی کہ جو کوئی حاضر حلقہ ہوتا عاشق زار بن جاتا اور دل و جان آپ کی بارگاہ میں ہار بیٹھتا۔

شب بیداری

سورہ مزمل میں اللہ رب العزت نے قیام لیل کی جو دعوت دی ہے اولیاء کرام کے

لیے بڑا محبوب عمل رہا ہے۔ رات کی تنہائی اور محبوب حقیقی کی مخلصانہ یاد مخلصین لہ الدین کا شعار رہا ہے۔ جس کسی نے راہ تصوف میں قدم رکھا' شب بیداری کو لازم جان کر اس کے لطف سے محظوظ ہوا۔ حضرت باواجی علیہ الرحمۃ کو بھی شب بیداری بہت عزیز تھی حتیٰ کہ آپ کا عالم خواب بھی مراقبہ ہی کی ایک صورت ہوتی۔ آپ بہت کم بے خبر اور لمبی تان کر سوتے' رات کے کچھ حصے میں اگر کبھی استراحت فرماتے تو سر سے پاؤں تک نیلی چادر اوڑھ لیتے۔

مراقبہ

طریق نقشبندیہ کا ایک محبوب عمل مراقبہ ہے۔ فکر دوست میں مستغرق ہونا اور دل کو اپنے شیخ کامل کے توسط سے مشغول بہ حق کرنا مراقبہ کی جان ہے۔ آپ خود بھی مراقبے کو بہت عزیز جانتے اور مریدین و خلفا کو بھی مراقبہ کی تلقین فرماتے کہ اس سے تزکیہ قلب و روح میں بڑی مدد ملتی ہے اور سالوں کے کام دنوں میں تکمیل آشنا ہو جاتے ہیں۔ سلوک کی منازل طے کرنے میں مراقبہ سے زیادہ موثر شاید ہی کوئی اور عمل ہو۔

دید او دید حق

اللہ کے پاکباز اور نیک بندوں کی ایک عام نشانی یہ ہے کہ ان کی محفل میں پہنچ کر سفلی جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔ انسان کے سفلی جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور وہ رجوع الی اللہ ہونے کی فکر کرنے لگتا ہے۔ آسان لفظوں میں یہ ہے کہ ان کی محفلوں میں جانے سے "خدا یاد آتا ہے" ان کی دید گویا دید خدا ہوتی ہے۔ حضرت باواجی کا بھی یہی احوال تھا' جو کوئی آپ کی محفل میں پہنچ پاتا وہ یاد الٰہی سے لطف اندوز ہونے لگتا' اس کی طبیعت میں ذکر الٰہی کا ذوق ابھرتا اور اس کی نفسانی خواہشات مطمئنہ میں ڈھل جاتیں۔

مجذوب سالک

وہ اولیاء اللہ جو اللہ کی یاد میں مستغرق ہو کر اپنی ہستی کو محو کر دیتے ہیں، حضرت باواجی انہی میں سے ایک تھے۔ ایسے مشائخ کو تصوف کی زبان میں مجذوب سالک کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے مریدین و متعلقین کی تربیت جذبہ عشق الٰہی میں سرشار ہو کر کرتے ہیں۔

اتباع سنت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لگاؤ اور عشق تھا اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر قدم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اٹھتا تھا۔ آپ کبھی اتباع سنت سے قدم باہر نہ رکھتے تھے اور خلفاء و مریدین کو بھی اسی کی تربیت دیتے تھے۔

زہد خشک سے پرہیز

آپ زاہد خشک نہ تھے اور اپنی عبادات پر فخر نہ کرتے تھے۔ متوسلین کو بھی ظاہر پرستی سے دور رہنے کی تلقین فرماتے اور ان کے باطن کی درستگی پر زیادہ زور دیتے۔ آپ فرمایا کرتے "باطن درست کرو باطنی درستگی ہی کل قیامت کے روز کام آئیگی"

رعایت آداب

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بسر کرنے کا ایک ایسا بے مثال نظام دیا جس کی بنا پر انسانیت گہوارہ امن بن سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ایک پہلو عمر و مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے چھوٹے بڑے میں امتیاز کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمیشہ اپنے بڑوں کا ادب کرو، چھوٹوں پر شفقت کرو، سلام کرنے میں پہل کیا کرو طبقاتی امتیاز سے گریز کیا کرو"

اللہ کریم نے قرآن مجید میں فرمایا۔

"ان اکرمکم عند اللہ اتقکم"

"بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے وہی صاحب عزت ہے جو زیادہ متقی و پرہیز گار ہے"
(یعنی وہ نہیں جو مال و منال میں بہتر ہو)

باواجی رحمتہ اللہ علیہ کا معمول حضور علیہ السلام کی اتباع و پیروی تھا۔ آپ ہمیشہ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے شفقت پر عمل پیرا رہے۔ تقویٰ ہی کی بنا پر شرفائے پنجاب و کشمیر آپ کے در پر آکر زمین بوس رہے۔ غربا و مساکین سے آپ کو یک گونہ تعلق تھا۔ "با ادب با مراد" آپ کی عملی تعلیم تھی خصوصاً" مساکین کو سلام کرنے اور ان کی عزت افزائی میں آپ ثقلت موازینہ (ترازوں کو جھکتا ہوا رکھو) پر عمل پیرا رہے۔

اخلاق حسنہ

آپ کا اخلاق اسوہ حسنہ کا مکمل نمونہ تھا۔ بڑا ہو یا چھوٹا' عالم ہو یا جاہل آپ ہر ایک سے ایسی محبت و یگانگت سے ملتے کہ ملنے والے آپ کی بارگاہ میں دل ہار دیتے۔ ہزار ھا بندگان خدا آپ کے اچھے اخلاق' بردباری اور حلم و تحمل کی بنا پر اللہ اللہ کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ ہندو برہمن عورت کا ذکر ہو چکا کہ وہ اسی محبت پر نچھاور ہوگئی اور آپ نے اس کے مذہب کا خیال کیے بغیر اسے کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائی۔

مہمان نوازی

حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ بڑے مہمان نواز تھے۔ اکثر آپ کا لنگر جاری رہتا۔ واقف و نا واقف کی پہچان کیے بغیر جو اجنبی زائر حاضر ہوتا' کھانا کھلائے بغیر اسے رخصت نہ دیتے۔ امیر و غریب' بچے اور بوڑھے سب کو اہتمام اور سلیقے سے کھانا کھلایا جاتا۔ سردی گرمی آندھی بارش کی قید نہ تھی۔ ہر موسم میں لنگر سے کوئی محروم نہ رہتا۔ آج بھی آپ کے دربار شریف سے مہمان نوازی کی وہی روایات جاری و ساری ہیں۔ حال ہی میں ایک زائر نے گھر سے نکلتی چھوٹی بچی کو دیکھ کر کھانا طلب کیا۔ بچی کام کا کہہ کر آگے نکلنے لگی'

اتنے میں یہ آواز حضرت پیر زادہ بدرالدجی مدظلہ کی والدہ ماجدہ کے کان پڑگئی۔ آپ نے فورا" دوسری بچی کے ذریعہ اس بچی کو واپس بلا کر پہلے مہمان کو کھانا کھلانے کا فرمایا' بعد میں جس کام کے لیے وہ جارہی تھی اسے روانہ کیا۔ قریبا" ڈیڑھ سو سال سے آپ کا یہ لنگر جاری ہے جو آپ کی مہمان نوازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مہمانوں اور حاضرین کو پہلے کھانا کھلایا جاتا۔ بعد میں آپ اپنا معمول کا مختصر سا کھانا تناول فرماتے۔

محبت فقرا و مساکین

جناب رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔

"اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا وفی القبر مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین"

حضرت باواجی اسی پر عمل پیرا تھے۔ امرا و تونگر لوگوں کی ہم نشینی آپ کو قطعا" مرغوب نہ تھی۔ البتہ فقراء اور غربا و مساکین کی صحبت سے آپ بڑے محظوظ ہوتے۔ امراء کی مجلسوں سے حقارت کی وجہ سے گریز نہ تھا بلکہ ان کی طبیعتوں میں جو تکبر و نخوت ہوتی ہے آپ کو وہ بالکل پسند نہ تھی۔ خود پسندی اور عجب آپ کو سخت ناپسند تھا۔ مسکنت و عاجزی اور انکسار آپ کی عادت ثانیہ تھی۔

حسنِ خِلقت (تصور شیخ)

حضور پر نور مقتدیٔ دو جہاں فخر انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

من راٰنی فقد راٰء الحق "جس نے مجھے دیکھا' اس نے حق ہی (اللہ رب العزت) کو دیکھا" یہی کچھ صورت دید مرشد کی ہوتی ہے "دلیعنی دید پیر دید کبریا" مولانا روم علیہ الرحمتہ نے اسی پہلو کو اجاگر کرنے کیلئے فرمایا

گر تو کردی ذات مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

"اگر تو مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو مرشد کی ذات میں خدا اور رسول کی اطاعت قبول کرتا ہے"

شیخ کامل کی ظاہری شکل و شباہت اور سراپا کبھی مقصود طالب نہیں رہا مگر رابطہ روح کیلئے اولیں واسطہ یہی ظاہری قدو قامت ہی ہوتا ہے۔ کسی شاعر کا قول کیا خوب ہے۔

کچھ دنوں اور تصور مجھے کر لینے دے
رفتہ رفتہ تیری تصویر بنا جاتا ہوں

مشائخ کرام کی سنت رہی ہے کہ وہ اول اول اپنے پیشوا ہی کی ذات سے متعارف ہوتے ہیں۔ یہ مشائخ سلسلہ در سلسلہ اپنے مشائخ کے تبع حقیقی ہو کر دراصل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا' سونا جاگنا' آنا جانا' خاموشی و گفتار ہر عمل آپ کی اتباع و پیروی میں اپنے پیر کامل جیسا ہی ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم کا فرمان

"تخلقو با خلاق اللہ"

"اللہ کے اخلاق سے خود کو متصف کرو" اس پر دلیل ہے۔

مرشد کامل طالب مولا کیلئے ایک رابطہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے عابد اور معبود کے درمیان خانہ کعبہ ہے کہ مقصود سجدہ کعبہ نہیں رب کعبہ ہے مگر رخ کعبہ کی طرف کرنا فرض عین ہے۔ مرشد فیض ربانی کا ہاتھ ہے اس لیے اس کے حضور (عالم تصور میں) باادب بیٹھ کر ہی فیضان کے حصول کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشائخ نقشبندیہ میں ایک بلند پایہ شیخ طریقت گذرے ہیں۔ آپ اپنی کتاب قول الجمیل میں رقم طراز ہیں

"ان کا (مشائخ چشتیہ) فرمان ہے (راہ تصوف میں) رکن اعظم محبت و تعظیم کے واسطے سے دل کو اپنے مرشد و پیشوا کے ساتھ گانٹھنا اور لگانا ہے۔ اس کی صورت کا ملاحظ کرنا ہے۔ تصور شیخ کا باب تفصیل طلب ہے۔ عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اس کی تفصیل اور وضاحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ کی مذکورہ کتاب (قول الجمیل) میں ملاخط ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے مگر اس کا اردو ترجمہ بھی اب دستیاب ہے۔

حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی صورت کو تصور میں احاطہ کرنے کے خواہشمندوں کی راہنمائی کے لیے ذیل میں آپ کا سراپا ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے جو کچھ اسطرح ہے۔

چہرہ مبارک مشائخ کی شکل و صورت ذکر الٰہی کی بنا پر دلکش بن جاتی ہے اور مظہر انوار الٰہی ہوتی ہے۔ قاضی عادل شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو نسب کے لحاظ سے حضرت باواجی کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ دین محمد المعروف حضرات ملاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں اور انوار تیراہی کے مصنف ہیں' کتاب مذکور کے صفحہ ۷۶ (مطبوعہ نو لکشور پریس لاہور ۱۹۱۰ء) پر رقمطراز ہیں۔

"حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لب مبارک حضرت خواجہ فقیر محمد کے منہ مبارک میں دیئے اور فرمایا کہ یہ لڑکا بڑا نیک بخت ہوگا اور اس کے وجود

مبارک سے بہت فیض ہوگا۔ چنانچہ آپ کا چہرہ مبارک اسی روز سے انوار الٰہی سے درخشاں تھا"

چہرہ مبارک کے پرکشش ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

چشم

آنکھیں چہرے کی پہچان ہوتی ہیں' انہی پر چہرے کی بشاشت اور دین یا دنیا کی طرف مشغول ہونے کی چھاپ ہوتی ہے۔ جہاں اس بات کی بشارت موجود ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک انوار الٰہی کا مظہر تھا' وہیں یہ امر بھی عیاں ہے کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے دنیا سے بے رغبتی صاف عیاں تھی۔ دیکھنے والے محسوس کرتے تھے کہ ان آنکھوں نے جمال جہاں آرا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور زیارت کر کے خود کو روشن کر رکھا ہے۔ یہ آنکھیں جن پر پڑ گئیں ان کے دل و نگاہ کو پاک کر دیا۔ آپ کی نظر مبارک کا کمال ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ تین باپردہ عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان کو فرمایا "کلمہ پڑھو سی" مولانا غلام نبی ہاشمی (چک قریشیاں سیالکوٹ) حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے عرض کیا سرکار ان میں ایک عورت تو برہمن ہندو ہے (برہمن ابوجہل کے ہم مشرب ہوتے ہیں جاننے کے باوجود ایمان لانے سے گریزاں ہوتے ہیں) آپ نے فرمایا

"ماں برہمنی شرہمنی نہ جان سی کلمہ پڑھانا سی' پڑھا چھوڑ سی" اور آپ نے تینوں عورتوں کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی' دوسرے روز کئی احباب کی موجودگی میں وہ برہمن بی بی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی' با آواز بلند کلمہ طیبہ سنایا اور قبولیت اسلام کے بعد وہ ایسی عبادت گزار بی بی بنی کہ اسکی یاد خدا میں محویت کی تصدیق خود حضرت پیر محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کی۔ رات کو سوتے وقت آپ سرمہ لگایا کرتے اور طاق سلائیاں لگاتے۔ آخر عمر تک بصارت میں کچھ فرق نہ آیا۔

گوشِ مبارک

اللہ رب العزت نے اپنے نیک اور پاکباز بندوں کی صفت بیان فرمائی ہے کہ

"لایسمعون فیھا لغوا ولا کذبا"

"وہ اسمیں یعنی جنت میں نہ تو فضول بات سنیں گے نہ ہی جھوٹ و مکر"

حضرت باواجی کے گوش مبارک بڑے دلاویز تھے' نہ زیادہ لمبے' نہ بہت چھوٹے البتہ ان سے عظمت ذات ہویدا تھی۔ کبھی لغویات سننے کی طرف مائل نہ ہوتے۔ ذکراللہ اور ذکر رسول آپ کے کانوں کو بھاتا تھا اور وہی سنتے تھے۔ بھلا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بصد ادب و احترام ذکر سننے والے کان دلاویز نہ ہونگے؟ تادم آخر آپ کی سماعت میں کوئی فرق نہ آیا۔

جبین مبارک

پیر مہر علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دور کے ایک نہایت ہی ممتاز شیخ طریقت ہوئے ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں آپ نے حضرت شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ ایسی عظیم الشان و بابرکت ہستی سے اکتساب فیض کیا۔ آپ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو بے ساختہ یوں تعریف کی

"متھے چمکدی لاٹ نورانی اے"

حضرت باواجی علیہ الرحمتہ کی جبین مبارک کشادہ' درخشاں اور نور ربانی سے منور و تاباں تھی جو دیکھتا وہ نہ صرف فریفتہ ہو جاتا بلکہ اسے خدا یاد آجاتا۔

ناک و بینی مبارک

پر عظمت ستواں ناک اور بلند بینی آپ کے چہرہ اقدس کی عظمت کو دوبالا کرتی ہوئی محسوس ہوتی اور اس سے نوری کرنیں پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں۔

لب و دہن مبارک

آپ غنچہ دہن تھے۔ لب مبارک موزوں اور پسندیدہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت میں ترشی ہوئی مونچھیں چہرے کی زنیت کو مزید دوبالا کرتی تھیں۔ لب مبارک کم خوراکی کے باوجود سرخی مائل اور دلکش تھے۔

ریش مبارک

نورانی چہرے پر گھنی مسنون ڈاڑھی مبارک نے چہرے کی دلکشی میں مزید اضافہ کردیا تھا۔ آپ کی ریش مبارک سنت کے عین مطابق موزوں حد تک لمبی تھی۔ آپ ریش مبارک کو کبھی الجھا ہوا یا بے ترتیب نہ ہونے دیتے۔

گردن

جسم کی مناسبت سے آپ کی گردن مبارک اٹھتی سی تھی۔ قد زیبا فاروقی شان لیے قدرے لانبا تھا۔ اسی طور پر اس پر اٹھتی ہوئی گردن شان رعنائی پیدا کرتی تھی۔

سینہ مبارک

آپ کا کھلتا ہوا چوڑا سینہ آپ کی فراخ حوصلگی اور عالی ظرفی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

دست مبارک

جسمانی ساخت میں گھٹن کے اثرات نہ تھے بلکہ فراخی و بلند حوصلگی کے آثار تھے۔ آپ کے ہاتھ موزوں حد تک لانبے' کف ملائم' انگلیاں مخروطی اور لمبی تھیں۔

گیسو مبارک

آپ کے سر کے موئے مبارک گنگھریالے تھے۔ زلفیں جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

علیہ تحیتہ و الثناء کی اتباع میں دراز، ملائم اور دلکش تھیں۔ بالوں کی حنابندی بھی آپ کو مرغوب تھی اور اس کی بنیادی وجہ بھی حضور علیہ السلام کی اتباع میں قامت کو دلکش رکھنا تھی۔

لباس

انوار تیراہی مرتبہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق "آپ سادہ نیلگوں لباس پہنتے۔ جامۂ سیاہ (سیاہ واسکٹ وغیرہ) بھی زیب تن ہوتی۔ شرعی پاجامہ، سفید کلاہ، اس پر خط دار لنگی یا سبز دستار، بدن پر کبھی نیلگوں لنگی یا چادر اوڑھتے تھے۔ پاؤں میں پوٹھوہاری چپل اور ہاتھ میں عصا مبارک" لباس پٹھان تہذیب کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ چال میں تمکنت و وقار تھا۔ عجب و غرور، فخرو خود پسندی نام کو نہ تھی۔ آپ کی طبیعت میں جمالیت اسقدر تھی کہ سال ہا سال آپ کبھی کسی سے خفا نہ ہوئے۔ زندگی بھر آپ سے کسی کو کوئی ضرر یا نقصان نہیں پہنچا۔

رفتار

رفتار میں متانت اور تیزی ہوتی۔ عام طور سے چال میں تیزی محسوس نہ ہوتی۔ مگر ساتھ چلنے پر علم ہوتا کہ اس رفتار میں آپ کا ساتھ دینا کچھ آسان نہیں۔ یوں لگتا جیسے ہر قدم ناپ تول کر رکھا جارہا ہے۔ آپ کی چال میں کبھی اضمحلال کا شائبہ تک نہ ہوتا بلکہ توانائی کا احساس ابھرتا۔

مزاج مبارک

آپ بڑے متحمل مزاج اور بردبار تھے۔ مدتوں ساتھ رہنے والوں کو بھی آپ کی طبع مبارک میں کبھی تیزی و ترشی کا احساس نہ ہوتا۔ اگر کسی سے کوئی کوتاہی ہو جاتی تو آپ بڑے مدبرانہ اور محبانہ انداز میں اس کے قصور کو معاف فرماتے، ہاں یہ ضرور تھا کہ آپ

کے اس کریمانہ انداز کے باوجود بار دگر کسی کو وہی قصور دہرانے کی ہمت نہ پڑتی۔

رنگت

گو آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ تیراہ شریف اور اپنے ننھیال لحاظ شریف جہاں آپ کو شاہ ولایت بنا کر متعین کیا گیا تھا گزرا۔ اس علاقے کے لوگوں کا رنگ و روپ سرخ و سفید ہوتا ہے تاہم شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق آپ کا رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی تھا اور آپ کے چہرہ اقدس اور جسم مبارک کا رنگ کھلتا ہوا تھا۔

بصارت

یک صد سالہ عمر مبارک کے باوجود آپ کی بصارت بالکل درست اور ٹھیک ٹھاک تھی اور آپ کو کلام پاک اور دیگر کتب پڑھنے میں کبھی دقت محسوس نہ ہوئی۔

عمامہ شریف

اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں صلحاء امت کی اکثریت اس لباس کو اپناتی رہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک رہی۔ عمامہ شریف کا استعمال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے لباس کا حصہ تھا۔ حضرت باواجی علیہ الرحمتہ گاہے کلاہ اور گاہے عمامہ بغیر کلاہ کے استعمال کرتے۔ مشہدی لنگی کا استعمال زیادہ تر دوران سفر ہوتا۔ کبھی سبز رنگ کا عمامہ بھی ہوتا۔

اشغال شبانہ روز

حضرت پیر خواجہ محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ نبیرہ حضرت پیر خواجہ باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ پیران چورہ شریف میں شیخ طریقت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ان کے خوارق میں سے ایک یہ ہے کہ مولانا غلام دین رحمتہ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد انجن شیڈ کو ایک مرتبہ مسجد کی انتظامیہ نے مسجد کی خطابت و امامت سے الگ کرنا چاہا۔ مولانا از حد ملول خاطر ہوئے۔ انہی ایام میں حضرت پیر خواجہ محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کا اسی مسجد میں قیام ہوا۔ مولانا نے بڑی دل گرفتگی سے مسجد سے نکالے جانے کے خدشات کا ذکر کیا۔ آپ نے بیساختہ فرمایا "مولوی صاحب تمہیں تو مرنے کے بعد بھی اس مسجد سے کوئی نہ نکال سکے گا" اللہ کی قدرت اس واقعہ کے ڈیڑھ سال بعد مولانا کا وصال ہوا اور ان کو اسی مسجد کے صحن میں بجانب جنوب دفن کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے مزار پر خوبصورت سا گنبد بنا دیا گیا۔

حضرت پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف برکات نقشبندیہ مع انوار تیراہی مولفہ فقیر محمد شفیع مطبوعہ مارچ ۱۹۵۷ء کے صفحہ ۳۲ پر آپ کے معمولات کے ضمن میں رقمطراز ہیں (یاد رہے کہ دادا کے معمولات پر پوتے سے بہتر کوئی سند نہیں ہو سکتی)۔

نماز تہجد

نماز تہجد کی ادائیگی اولیاء کرام کا دلپسند معمول رہا ہے۔ اللہ رب العزت سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۹ میں فرماتا ہے

"ومن الیل فتھجد بہ نافلتہ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا"

"اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کرو۔ یہ تمہارے لئے نافل ہے۔ یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائیگا"

مشہور مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ بھیروی ضیاء القرآن کی دوسری جلد کے صفحہ ۶۷۷ پر رقمطراز ہیں "اب اس مخصوص نماز کی ادائیگی کا ذکر ہو رہا ہے جو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور فرض یا زائد عبادت لازم ہے۔ یہ نماز تہجد ہے یعنی جب لوگ سو رہے ہوں، ہر طرف سناٹا چھایا ہو، آغوش شب میں ہر چیز محو خواب ہو، اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت اٹھ! اور خلوت گاہ ناز میں شرف باریابی حاصل کرکے جبین نیاز کو لذت سجدہ سے آشنا کر۔ تیری یہ بے خوابیاں یہ قلق اور بے کلی، یہ اشک کا سیل رواں، یہ شان بندگی کا ظہور سب کو شرف قبولیت بخشا جائیگا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقام محمود پر فائز کیا جائیگا جسکی جلالیت شان دیکھ کر دنیا بھر کی زبانیں ثنا گستری اور حمد و ستائش میں مصروف ہو جائینگی۔

مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

هو المقام الذی اشفع فیه لامتی

(یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرونگا"

باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ نصف شب سے ساعت بھر بعد بیدار ہوتے۔ بالعموم غسل فرماتے اور اگر پانی کمیاب ہوتا تو وضو پر ہی اکتفا فرماتے اور بالالتزام نماز تہجد ادا فرماتے۔ عام طور سے یہ نماز ۸ یا ۱۲ رکعت پر مشتمل ہوتی ہے دو، دو کی نیت سے نماز ادا کی جاتی ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد توقف فرماتے۔ مراقب ہو جاتے، کبھی بارہ رکعت کے بعد کچھ وقت تک مراقبہ میں رہتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دو رکعت ہی میں نماز فجر کا وقت ہو جاتا اور آپ نماز فجر میں مشغول ہو جاتے۔ کبھی نماز تہجد سے فراغت کے بعد اذان فجر تک آرام بھی فرما لیا کرتے۔

نماز فجر

چونکہ نماز تہجد کیلئے آپ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے اس لئے اذان فجر ہوتے ہی

نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاتے۔ وضو کے بعد تحیتہ الوضو آپ کا مستقل معمول تھا۔ پھر کچھ دیر اللہ اللہ، سنتوں کے بعد فرض نماز کا انتظار رہتا۔ بعد از نماز فجر تا طلوع آفتاب آپ جائے نماز ہی پر مراقب رہتے۔

نماز اشراق

طلوع آفتاب کے بعد مراقبے سے فارغ ہو کر آپ کبھی دو اور کبھی چار رکعت ادا فرماتے۔ ازاں بعد قرآن حکیم کے دو تین پارے تلاوت فرماتے۔

ناشتہ

تلاوت قرآن حکیم کے بعد آپ کا ناشتہ آجاتا جو نہایت ہی سادہ اور مختصر ہوتا۔ آخر عمر میں چائے قہوہ کا ایک آدھ کپ اور اس کے ساتھ بہت ہی ہلکا پھلکا کچھ کھانا، وہ بھی آخر میں آکر ترک کر دیا تھا۔

زائرین سے ربط

جو لوگ دور دراز سے اپنی اغراض لے کر زیارت کیلئے آئے ہوتے ان سے ملتے۔ ان کی تکالیف اور دکھ درد سنتے ان کیلئے دعاگو ہوتے اور مہمانوں کو کھانا کھلانے کی طرف متوجہ ہوتے۔

طعام دوپہر

قبل از دوپہر ہلکا پھلکا کھانا تناول فرماتے۔ اسی دوراں مہمانوں کو بھی کھانا کھلایا جاتا۔

قیلولہ

دوپہر کو قدرے استراحت فرمانا جسے قیلولہ کہتے ہیں، بھی مشائخ کرام کے مشاغل کا ایک ضروری حصہ رہا ہے کیونکہ یہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول تھا۔ ویسے

بھی شب بیداروں کیلئے قیلولہ امر لازم ہے تاکہ رات کی عبادت کسل مندی کا شکار نہ ہو جائے۔ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ بھی اس امر کے مستقل عامل رہے۔ سفر میں مسجد سے ملحقہ حجرہ میں شب بسری ہوتی اور وہیں قیلولہ بھی جبکہ حضر میں شب بسری اور قیلولہ گھر میں ہوتا۔

نماز ظہر

اذان ظہر سنتے ہی آپ قیلولہ سے بیدار ہو جاتے۔ طہارت و وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے آتے۔ تحیتہ الوضو کی ادائیگی ہوتی۔ قبل از فرض چار سنتیں پڑھتے۔ جماعت خود کراتے۔ بعد از ظہر دو سنتیں اور دو نفل ادا کرتے۔ نماز ظہر کی تکمیل کے بعد دو تین پارہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ ازاں بعد زائرین و مریدین و متوسلین کی طرف توجہ ہوتی۔ ارباب حاجت کی عرض داشتیں سنتے۔ حسب ضرورت کسی کو پانی دم کرکے دیتے، کسی کے لئے دعا فرماتے۔ شدید ضرورت ہوتی تو تعویز بھی عطا فرما دیتے۔ اکثر مایوس العلاج لوگ آپ کی دعا اور توجہ ہی سے صحت یاب ہو جاتے۔ پرانے اور پیچیدہ امراض والے لوگوں کو فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان پانی دم کرکے دیتے۔ نماز ظہر سے نماز عصر تک کا وقت ہی دراصل عام زائرین و متوسلین کے لئے مختص ہوتا۔

نماز عصر

سورۃ البقرۃ میں اوقات نماز کے متعلق فرمان خداوندی ہے۔

حفظوا علی الصلوات و الصلواۃ الوسطی

"نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور سے نماز وسطی کی"

اس حکم خداوندی پر جس شدت سے اولیاء کرام نے مداومت کی ہے یہ انہی کا حصہ ہے نماز عصر کے شروع ہوتے ہی مردان حق ہر طرف سے منہ موڑ کر متوجہ الی اللہ ہو جا

ہیں اور مغرب کی نماز کے بعد تک اسی حالت کو اپنائے رہتے ہیں۔ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ اذان عصر کے فوراً بعد نماز عصر کی تیاری میں مصروف ہو جاتے۔ بالعموم ظہر ہی کا وضو عشاء کی نماز تک کافی ہوتا۔ عین وقت پر نماز عصر اس التزام سے پڑھتے کہ عصر کی قبل از فرض چار سنتیں کبھی قضا نہ ہوئیں۔ نماز سے فراغت پا کر آپ ختم شریف خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ پڑھا کرتے۔ انوار تیراہی حصہ دوم ص ۲۰۸ (مرتبہ پیر خواجہ محمد شفیع نقشبندی چوراہی رحمتہ اللہ علیہ سن اشاعت ۱۹۵۷) کے مطابق طریق ختم شریف خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ حسب ذیل ہے۔

ختم شریف خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ

درود شریف (اللھم صلی علی محمد سید المعصومین) سو مرتبہ

آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین) پانچ سو مرتبہ

درود شریف (اول الذکر) سو مرتبہ

ازاں بعد اس کا ثواب برضائے خدا اور خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمیع مشائخ سلسلہ خصوصاً خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے حضور پیش کرتے۔

فراغت ہوتی تو ختم شریف معصومیہ کبیر پڑھا جاتا جو حسب ذیل ہے۔

ختم شریف کبیر خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ

دورد شریف اللھم صلی علی محمد سید المعصومین سو مرتبہ۔ یا محصی ایک ہزار مرتبہ ہر ایک تسبیح کے بعد ارحمنی با العفو والمغفرہ یوم یقوم الحساب۔

درود شریف (مذکورہ بالا) سو مرتبہ۔

ازاں بعد اس کا ثواب اللہ کی رضا اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کیلئے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی خدمت میں ہدیتہ" پیش کرتے۔

اس طریق ختم شریف کے متعلق تحریر ہے کہ جو کوئی اس پر مداومت کرے حشر نشر، قبر و میزان اور پل صراط پر اسے آسانی ہو اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی اسے شفاعت میسر آئے۔ اس ختم شریف کی اجازت خاص احباب ہی کو ملی۔

نماز مغرب

نماز مغرب کی با جماعت ادائیگی کے بعد نماز اوابین بھی آپ کے مستقل اشغال میں شامل تھی۔

تناول طعام

نماز مغرب سے فراغت پاکر قبل از نماز عشاء آپ معمول کا کھانا تناول فرماتے۔ کھانے میں تکلف پسند نہ تھا۔ سادہ اور پاکیزہ کھانا زیادہ مرغوب تھا تاہم جو کچھ پیش خدمت ہوتا اس میں تنقیص نہ فرماتے۔ خوشدلی سے تناول فرماتے۔ خوراک زیادہ نہ تھی۔ چند لقموں پر اکتفا ہوتا۔ ایک مرتبہ کھانا کھانے کے بعد دیگر اشیاء کی طرف رغبت نہ فرماتے۔

بقول خواجہ محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ ذکر حق ہی آپ کی غذائے اصل تھی۔

جو احباب موجود ہوتے انہیں بھی کھانا کھلایا جاتا۔

نماز عشاء

آپ نماز عشاء اول وقت میں پڑھنا پسند فرماتے۔ عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد احباب کو رخصت دیتے۔ قریب والے گھروں کو چلے جاتے۔ دور والوں کے لئے معمول کے مطابق سونے کا انتظام ہوتا اور آپ بھی گھر تشریف لے جاتے۔

شب باشی

سفر کے دوران آپ ہمیشہ مسجدوں سے ملحقہ حجروں میں قیام فرمایا کرتے اور زات تخلیہ

میں گذارنا پسند فرماتے۔ حضر میں گھر رات گذارتے اور اس میں بھی آپ خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

مجاہدات

تزکیہ نفس اور اتباع مشائخ و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے منازل سلوک طے کرنے کے لئے ایسے ایسے مجاہدات کئے کہ تصور میں آنا محال ہے۔ راہ سلوک مجاہدات کے بغیر حاصل ہونا یکے از ناممکنات ہے۔ مشائخ کرام نے اس راہ میں ایسے ایسے نشان چھوڑے ہیں جنہیں پڑھ کر خدا یاد آتا ہے۔ زندگی بھر اپنے والد و شیخ مکرم کی اس خوش دلی اور طریق سے اتباع کی کہ جنہوں نے ہر دو مشائخ کی زیارت کی' ان کو حضرت باواجی میں حضرت باوا جیو صاحب (خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ) کا ہو بہو نقشہ نظر آیا۔ ایام صغر سنی ہی سے ذکر و فکر' مراقبہ اور اتباع شریعت میں مصروف و مشغول رہے۔ کبھی لہو لعب اور کھیل کود میں شریک نہ ہوئے۔

قطع ماسوی اللہ کا طریق آپ کو عالم شعور میں داخل ہوتے ہی مرغوب ہو گیا۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ کا اکثر وقت اپنے شیخ کامل کی صحبت و رابطہ میں گذرتا۔ آپ اپنے شیخ و والد قبلہ گاہ کی خدمت میں اس والہانہ انداز میں رہے کہ جلد ہی خورد و نوش' نشست و برخاست' طریق کلام اور دیگر اخلاق حمیدہ میں اپنے شیخ و والد ماجد کے اوصاف جیسے اوصاف سے متصف ہو گئے۔

مسکینوں و مخلصوں کی صحبت میں خوشی محسوس کرتے۔ ذکر و فکر اور یاد الٰہی میں لطف پاتے۔ نہ صرف خود مجاہدانہ زندگی بسر کی بلکہ خلفاء عظام اور اولاد کو بھی اسی راہ پر گامزن کیا۔ آپ کے خلفاء نے جو مجاہدات برائے تزکیہ نفس کئے وہ ان کے تذکروں میں مذکور اور قابل رشک ہیں۔ آپ کا زہد و ریاضت انسان کی طاقت سے باہر تھا۔ بے ریائی اور فقر و درویشی آپ کا زیور تھا۔

مولانا روم نے ایک جگہ فرمایا ہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہند
گر نہ بینی سر حق برما بخند

یعنی

آنکھ کان مکھ میچ کے نام نرنجن لے
اندر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ بھے

نقشبندیہ طریق سلوک میں ان امور پر عمل پیرا ہونے کا نام مراقبہ ہے۔ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کو مراقبہ اتنا مرغوب تھا کہ جب ذرا آپ فراغت پاتے مراقب ہوجایا کرتے۔ آخر عمر میں تو آپ کا زیادہ وقت مراقبے ہی میں گزرا۔ مراقبے کی ضروری مگر مختصر سی کیفیت حسب ذیل ہے۔

مراقبہ

سید شاہ گل حسن اپنی تصنیف تعلیم غوثیہ فصل پنجم صفحہ ۳۹۵ (مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی سن ۱۹۶۷ء) میں تحریر کرتے ہیں

"مراقبہ کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنا اور اپنی توجہ قلبی کو "رقیب" کی جانب پھیرنا ہے۔ رقیب اسماء حسنیٰ (اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام) میں سے ایک اسم الٰہی ہے اور بعض محققین فرماتے ہیں کہ شغل و مراقبہ میں کچھ فرق نہیں اس لئے کہ دونوں میں تصور و خیال سے کام لیاجاتاہے۔ اہل تصوف کی مراد مراقبہ سے وہ حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت سے کچھ اعمال اعضاء میں اور کچھ دل میں پیدا ہوا کرتے ہیں اور یہ حالت دو قسم پر ہے۔ ایک تو یہ حالت ہے کہ ہروقت رقیب قلب کو تاکنا اور اس کی طرف مشغول و ملتفت و متوجہ رہنا اور ہمیشہ اسی کو ملاحظہ کرنا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو اپنے دل میں خفیہ و ظاہر

باتوں اور باطنی احوال کا پورا پورا عالم جاننا اور بندے کو اپنے جمیع اعمال و کل نفوس کے تمام اکتساب پر زبردست رقیب سمجھنا کیونکہ اسرار قلوب اس (اللہ) پر ایسے عیاں ہیں جیسے شمس نصف النہار بلکہ حرکت ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔

دوسری حالت یہ ہے کہ اسماء الہٰی میں سے کسی ایک اسم کے معنی یا کسی لفظ و آیت قرآنی یا غیر قرآنی کے معنی میں دل کے خیال و تصور و توجہ کو ایسا متوجہ کرے کہ وہی حالت اس کے قلب پر ایسی طاری ہو کہ وہ خود معانی بن جائے اور اپنی خبر بھی نہ رہے۔

طریق مراقبہ

عارف باللہ حضرت خواجہ محمد ضیاء اللہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ "مقاصد السالکین" مترجم ملک فضل دین کے صفحہ ۱۶۳ پر رقمطراز ہیں

"مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اہل باطن کی توجہ کی برکت سے معنوں کا نور طالبوں کے دلوں پر روشن ہو اور ان کے پاک نفوس کی بدولت دائمی حضور اور استغراق ظاہر ہو پس ہر ایک نیک بخت جو اس دولت کے شرف سے مشرف ہو اس کو لازم ہے کہ ہر گھڑی آنکھ بند کر کے سر کو عجز کے گریبان میں جھکا کر، خدا کی درگاہ میں متوجہ ہو اور دم بدم ہوشیار رہے اور اپنے دل کے حجرے کی نگہبانی کرے تاکہ ایک دم بھی غیر کا خیال دل میں پیدا نہ ہو۔ مراقبہ کی برکت سے باطن کا راستہ کھلے تاکہ مراقبہ میں حسوں (احساسات) کا تعطل اور دل کو بہت اطمینان حاصل ہو۔ اور باطن قسم قسم کے خیالات سے پراگندہ نہ ہو۔

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں

"جاننا چاہیے کہ تمام پیغمبروں اور ولیوں نے فرمایا ہے کہ خدا کی معرفت کیلئے ہمیشہ مراقبہ میں رہنا شرط ہے کیونکہ ہمیشہ کے مراقبہ سے باطن بہت جلد منور ہو جاتا ہے اور سوی کے خطروں سے نجات پاتا ہے"

مقام اولیاء کرام

حضرت شاہ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ وہ عظیم الشان بزرگ ہیں جو سلسلہ سہروردیہ کے بانی ہیں اور طریقت کے ان بلند مقامات پر فائز ہیں کہ جملہ سلاسل کے مشائخ کرام اور اولیاء عظام نے ہمیشہ آپ کی عظمتوں کے گن گائے ہیں ۔ آپ کی تصنیف عوارف المعارف" کو تصوف کانصاب گروانا گیاہے ۔ اس کتاب کا ترجمہ فاضل اجل پروفیسر حافظ رشید احمد ارشد صاحب استاد شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی نے کیا ہے اور شیخ غلام علی اینڈ سنز نے اسے سن ۱۹۶۲ء میں شائع کیا۔ اسکی اشاعت دوم کے صفحہ ۶ کے دوسرے پیرے میں تحریر ہے۔

"پاک ہے وہ ذات کہ اگر اسکی تعریف (خود اسکی طرف سے) نہ کی جاتی تو اسکی معرفت دشوار ہو جاتی اور عقل کیلئے اس کے اوصاف کا علم بہت ہی مشکل (بلکہ ناممکن) ہو جاتا ۔ اسی نے اپنے ممتاز بندوں کے صاف دلوں کو ان کے اخلاص کی وجہ سے معرفت کا لباس پہنایا اور اپنے تمام بندوں میں سے صرف انہیں ہی احسان وتصوف کی خصوصیات سے سرفراز فرمایا اس لئے (یوں) ان کے دل محبت کی نعمتوں سے معمور ہوگئے اور انکے دلوں کے آئینے نور قدسی سے منور ہوکر فیض روحانی حاصل کرنے کے قابل بن گئے ۔ بلکہ انوار الہٰی کے ورود کا مظہر بن گئے ۔ انہوں نے اذکار و اوراد (مجاہدات) کے ذریعے معطر انفاس کی ہم نشینی کی اور

یا ایھا الذین امنو اتقو اللہ و کو نو مع الصادقین

کے مصداق بن گئے۔ اپنے ظاہر وباطن پر تقوی و پرہیز گاری بطور نگہبان مقرر کیا انہی پاکباز بندگان خدا نے عالم انسانیت کے تاریک ادوار میں یقین و ایمان کے چراغ روشن کئے اور دنیاوی عیش و آرام اور اس کے مفادات کو فی الحقیقت حقیر سمجھا۔ خواہشات کی شکار گاہوں

اور ان کے لوازم کو بھی ناپسند کیا۔ وہ روحانی رغبت و رہبانیت کی سواریوں پر بیٹھے اور بساط ملکوت کو اپنی بلند ہمتی سے فرش بناکر بلند تر مراتب کا رخ کیا اور اعلی جلووں (خدائی جلووں) کی طرف اپنی نگاہوں کو سربلند کیا۔ انھوں نے نہ صرف اعلی علیین فضاؤں کو اپنا ہم نشین وہم کلام بنایا بلکہ اعلی ترین اور عزیز ترین نور کو اپنی زیارت گاہ اور اپنا مرکز قرار دیا۔

جسمانی لحاظ سے یہ مردان خدا ارضی مخلوق ہیں مگر ان کے دل آسمانی ہیں۔ گو انکی ظاہری شکلیں خاکی ہیں مگر روحیں عرشی (نورانی) ہیں ۔ ان کے نفوس منازل خدمت (حق تعالی) کی سیر کر رہے ہیں اور روحیں فضائے قرب (خداوندی) میں پرواز کررہی ہیں۔ ان کے طریق بندگی کی شہرت عام ہے۔ ان کی روحانیت کے جھنڈے روئے زمین پر گڑے ہیں۔ نا واقف انسان سمجھتا ہے وہ کھوئے ہوئے ہیں حالانکہ وہ کھوئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان کے احوال بلند ہوگئے ہیں اس لئے لوگ انہیں سمجھ نہیں سکے بلکہ ان کا مقام اونچا ہو گیا ہے اس لئے وہ اپنے آپے میں نہیں رہے۔

وہ اپنے اجسام کے ساتھ دنیا میں موجود ہیں مگر ان کے دل اس عالم حادث (فنا ہو جانے والے) سے جدا ہیں۔ ان کی روحیں عرش کے چاروں طرف طواف کر رہی ہیں۔ ان کے قلوب نیکی کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔ وہ خدمت الٰہی کی بدولت (ظلمات) تاریکیوں میں بھی چین سے ہیں۔ وہ اپنی آتش طلب سے دوپہر کی پیاس کی لذت محسوس کرتے ہیں۔ دنیاوی خواہشوں کے بجائے وہ نمازوں سے اپنا دل بہلاتے ہیں۔ تلاوت قرآن حکیم سے شرینی کی سی لذتوں کا لطف اٹھاتے ہیں۔ ان کے چہروں سے معرفت خداوندی کے آثار عیاں ہیں اور عرفان الٰہی کی تر و تازگی ان کے باطنی اسرار کی غماز ہے۔

ہر زمانے میں ایسے علماء (فقراء و درویش یعنی اولیاء کرام) مخلوق خدا کو دعوت حق دیتے رہے ہیں اور نیک بندوں کی اتباع سے انہیں اس دعوت حق کا مرتبہ ملا ہے۔ وہ پرہیز

گاروں (متقیوں) کے پیشوا بنائے گئے ہیں اس لئے عوام میں ہمیشہ ان کے آثار کمال نمایاں (رہے) ہیں۔ ان کے روحانی انوار مشرق و مغرب میں روشن ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی' اسے ہدایت مل گئی اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہو کر صحیح راہ سے بھٹک گیا۔

لہٰذا خداوند قدوس ہی تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے جس نے محبت کرنے والے اپنے ان خاص بندوں کی برکات اپنے عام بندوں کے لے مہیا کیں۔ درود و رحمت اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) پر۔ آپ کی بزرگی و عظمت پر' آپ کی آل اطہار اور آپ کے اصحاب کبار پر نازل ہو" "آمین ثمہ آمین"

حضرت شیخ ابو حفص شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے ان ملفوظات گرامی کی روشنی میں نہ صرف اولیاء کرام کا مقام بلند و واضح ہوتا ہے بلکہ حضرت باوا جی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت یوں ابھرتی ہے کہ آپ مشائخ زمانہ کے شیخ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوئے' جو زمانے بھر کے قطب تھے' آپ ان کے رہنما و پیشوا ہیں۔

سلسلہ رشد و ہدایت

حضرت پیر خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت طریقت کے متعلق انوار تیراہی مولفہ حضرت مولانا قاضی محمد عادل شاہ رحمتہ اللہ علیہ(۱۹۱۰ء) کے صفحہ ۳ پر درج ہے کہ "آپ (حضرت خواجہ حافظ سید محمد جمال اللہ گیلانی رامپوری رحمتہ اللہ علیہ) اپنے ہمراہ حاضرین کو لے کر سیر کو روانہ ہوئے۔ جب باغ کی سیر سے فراغت حاصل کر کے قلعہ شاہی کے پاس پہنچے تو اس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ ملازمت سپہ سالاری پر تعینات اپنے کام میں مصروف تھے اور قلعہ کی دیوار پر کھڑے تھے۔ جس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر مبارک حضرت شاہ جمال اللہ رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو آپ نے متحیر ہو کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا اور فی الفور دیوار سے اتر کر حضرت شاہ جمال اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے قدم مبارک میں آ گرے۔ ایسی حالت طاری ہوئی کہ دو تین گھنٹے تک آپ کے ہوش و حواس درست نہ ہوئے بلکہ بعد دو تین گھنٹے کے آپ کو ہوش آئی اور حالت اضطراری سے تسکین ہوئی تو آپ نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو داخل طریقہ نقشبندیہ فرماویں۔ حضرت خواجہ سید شاہ جمال اللہ صاحب نے آپ کے ہاتھ پکڑ کر حضرت سید خواجہ محمد عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیئے اور فرمایا کہ "اس کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے"

انوار تیراہی مولفہ حضرت پیر خواجہ محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ (۱۹۵۷ء) کے صفحہ ۱۳۳ پر درج ہے "آپ (خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے والد حضرت پیر خواجہ نور محمد المعروف باوا جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے اپنے دادا حضرت پیر خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت تھے) خدا کے فضل سے چودہ خانوادوں میں مجاز و صاحب ارشاد تھے مگر اکثر آپ طریقہ رسولیہ' صدیقیہ' نقشبندیہ اور طریقہ عالیہ قادریہ کی اشاعت فرماتے خصوصاً" طریقہ نقشبندیہ کو عام طور پر جاری فرماتے" یہاں ایک اشکال ابھرتا ہے کہ اگر

خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ انوار تیراہی (مولفہ قاضی محمد عادل شاہ رحمتہ اللہ علیہ) کے مطابق صرف طریقہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے اور اس میں ان کی تکمیل ہوئی تو ان کے پوتے جو نسلا بعد نسل انہی کے مرید و خلیفہ مجاز تھے اور جن کے متعلق قطعا" کوئی روایت نہیں کہ آپ نے زندگی بھر کسی قادری بزرگ سے یا چودہ خانوادوں کے حامل کسی دیگر شیخ طریقت سے خرقہء خلافت حاصل کیا ہو تو پھر آپ بقول پیر خواجہ محمد شفیعؒ (جو خواجہ فقیر محمدؒ کے پوتے ہیں) کیوں کر سلسلہ قادریہ کی اشاعت فرماتے تھے .... اس مشکل کا حل حال ہی میں تیراہ شریف سے دستیاب ہونے والے ایک رسالہ سے ملا ہے۔ یہ رسالہ پشتو زبان میں ہے اور اس رسالہ کا نام حضرت پیر خواجہ غلام مرشد صاحب مدظلہ العالی خلف حضرت پیر خواجہ محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی "رابطہ روح" ہے۔ اس رسالہ میں حضرت پیر خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی رحمتہ اللہ علیہ کے چھٹے جد اعلیٰ حضرت پیر خواجہ شیخ عبد الرسول رحمتہ اللہ کے پیران عظام کا سلسلہ حضرت پیر خواجہ سید موسی گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے سلسلہء عالیہ قادریہ میں حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرۃ العزیز سے منسلک ہے اور وہ سلسلہ طریقت یوں ہے

"حضرت شیخ عبد الرسول خلیفہ حضرت پیر خواجہ سید محمد موسیٰ گیلانی قادری جنہوں نے روحانی تربیت اپنے شیخ کامل و والد قبلہ گاہ حضرت سید عبد القادر قادری سے' انہوں نے اپنے والد و شیخ کامل حضرت سید حسن سے' انہوں نے اپنے پیشوا و والد سید محی الدین سے' انہوں نے اپنے شیخ و والد سید ابو النصر سے' انہوں نے اپنے والد و شیخ طریقت سید ابو صالح سے' انہوں نے اپنے والد و پیشوا سید عبد الرزاق سے اور انہوں نے اپنے والد و شیخ طریقت حضرت پیران پیر الشیخ سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل کی اور نام بنام خرقہ خلافت پایا۔ یوں حضرت سید موسیٰ گیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ تک یہ سلسلہ ذھب جاری و ساری رہا۔

سلسلہ عالیہ چوراہیہ میں ذکر بالجہر رائج ہے جو کہ قادری فیضان کی ایک نمایاں نشانی ہے جب کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ذکر بالجہر کی سختی سے ممانعت وارد ہے۔ غالباً" اسی کی آڑ لے کر تیراہ کا ملاں ولی خاں جو کہ اخوند صاحب سوات علیہ الرحمتہ سے طریقہ قادریہ میں داخل ہونا بتلاتا تھا حضرت بابا جیو رحمتہ اللہ علیہ کا مخالف ہو گیا اور جگہ جگہ یہ وعظ کرنے لگا کہ بابا جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی نہ جایا کرے کیونکہ ان کا طریقہ اچھا نہیں (انوار تیراہی مولفہ قاضی محمد عادل شاہ)

ادھر اس خاندان عالی کے متعلق قدرت یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ موضع چورہ شریف واقع ضلع اٹک سے اس کی ضیا پاشیوں سے پورا پنجاب' کشمیر اور برصغیر کے دیگر حصے منور ہوں اس لئے حضرت بابا جیو رحمتہ اللہ علیہ چند سال اس بد بخت کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرنے کے بعد اسی (۸۰) سال کی عمر میں قریباً" ۱۲۶۰ھ میں تیراہ شریف سے موضع ڈراڈر جو کہ مضافات کوہاٹ میں واقع ہے' تشریف لے آئے اور پھر وہاں سے ۱۲۸۴ھ میں موضع چورہ شریف ضلع اٹک میں آکر قیام پذیر ہوئے جہاں ایک سال چھ ماہ کے قیام کے بعد ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ بروز جمعرات واصل باللہ ہو گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون** اور وہیں (چورہ شریف میں) مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ ان ماثر سے نہ صرف یہ مشکل رفع ہو گئی کہ حضرت باوا جی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ بلا اجازت شیخ کامل سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج کرتے تھے بلکہ فیضان قادریہ و نقشبندیہ کا جو حسین ملاپ چورہ شریف سے ہویدا ہے اس کی بھی صحیح صورت سامنے آگئی۔

آج آپ کے وصال کو ایک صدی بیت چکی ہے۔ پنجاب اور دیگر علاقوں میں سترّ (۷۷) کے قریب خانقاہوں سے حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کے فیضان کے چشمے جاری ہیں اور غالباً" حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کے سلسلہ عالیہ میں اس قدر فیضان کی ترویج آپ کی ہی ذات میں منفرد ہے۔ امیر ملت حضرت پیر خواجہ سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

اور پیر خواجہ سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ لاثانی جن کی ارادت و عقیدت دیکھ کر آپ نے ان کو لاثانی ایسے لافانی' خطاب سے سرفراز فرمایا تھا' کی شخصیات سے انوار کے جو سوتے پھوٹے ہیں ان کا تو ایک زمانہ شاہد ہے۔

قدسیہ

آپ فرمایا کرتے

○ باطن درست کرو۔ کیونکہ بعد از مرگ اعمال باطنی ہی سے نجات مل سکتی ہے

○ ظاہر احکام شریعت کی پاسداری کیا کرو کیونکہ اعمال باطنی کی صحت و درستگی کی علامت ظاہر اعمال ہیں۔ **الظاہر عنوان الباطن**

○ اپنے اعمال کو سنت و آثار صحابہ کے مطابق سنوارا کرو

○ خدا کو خدا کے لئے یاد کیا کرو (دنیاوی مطالب کے لئے نہیں) اور خدا ہی کے لیے پیار کرو کیونکہ مقصد کے لئے یاد الٰہی صرف مقصد کی یاد ہے۔

○ خدا کی یاد بلا اغراض نفسانی کرنی چاہیے۔

○ اپنے خاص احباب و خلفاء کو مصائب و مشکلات پر صبر کی تلقین فرماتے ہوئے مندرجہ ذیل حدیث قدسی بیان فرمایا کرتے۔

من لم یرض بقضائی و لم یصبر علی بلائی ولم

یشکر علی نعمائی و لم یقنع بعطائی فلیطلب ربا سوائی

○ عمومی تلقین ہوتی "**خیر الناس من ینفع الناس**" بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچے

○ یاروں کو آپس میں حسد و کینہ نہ رکھنا چاہیے' جس کو خدا خیر و برکت دے اس سے مستفید و مستفیض ہونا چاہیے۔

○ ذکر کو ہر حال میں مقدم رکھنا چاہیے خصوصاً سفر میں۔ اگر ذکر میں کچھ قصور واقع ہو

جائے تو اس جگہ کو جہاں غفلت کا غلبہ ہوا ہے فوراً" چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ وہاں کے لوگ فیض سے محروم رہیں گے۔

○ جب تک یار (مرید) خود خواہشمند نہ ہوں ان کے ساتھ سیر کے واسطے نہ جانا چاہئے۔

○ کسی جگہ بھی زیادہ دیر قیام مناسب نہیں تاکہ جب وہاں سے رخصت ہوں تو یاروں میں حمد و شکر باقی رہ جائے یعنی زیادہ دیر پیران عظام کے ایک جگہ ٹھہرنے سے احباب تکلیف محسوس نہ کریں جس کی وجہ سے وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ خدا کا شکر ہے پیر صاحب یہاں سے رخصت ہوئے۔

○ مشائخ کو انتظار کئے بغیر چلے جانا چاہئے تاکہ لوگ بدگمانی کا شکار ہو کر فیوض و برکات ہی سے محروم نہ ہو جائیں۔

دین دشمن تحریکیں اور ان کا سدباب

بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری یعنی اٹھارھویں انیسویں صدی عیسوی مسلمانان عالم خصوصاً" ملت اسلامیہ پاکستان و ہند کے لئے بڑی ہی ہنگامہ خیز اور تکلیف دہ تھی بقول مولانا الطاف حسین حالی

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری عجب یہ وقت آن پڑا ہے

ہر چہار طرف امت مسلمہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی گھناؤنی سازشیں پروان چڑھ رہی تھیں۔ تفصیل تو بڑی کتاب کی متحمل ہے اجمالاً" نام کی حد تک کچھ لا دین تحریکوں کا ذکر حسب ذیل ہے۔

۱۔ تحریک توہین اکابرین ملت .... صحابہ کرام اور سلف صالحین کے کارناموں میں تنقیص ڈھونڈنا۔

۲۔ تحریک خلافت ......اس تحریک کی باگ ڈور مہاتما گاندھی کے ہاتھ میں دے گئی تھی۔ اب جس مسلمان تحریک کی قیادت گاندھی جیسے مکار ہندو کے ہاتھ میں ہو اس پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور بالاخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا کہ گاندھی نے عین وقت پر مولانا محمد علی جوہر اور دیگر مسلمان زعما کو دھوکہ دے کر تحریک ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

۳۔ تحریک ترک موالات ...... اس تحریک کی بنا پر حریت پسند مسلمانوں کو سامنے لا کر ختم کرانے کی سازش کی گئی۔

۴۔ تحریک ہجرت ...... مسلمانوں کے خلاف یہ تحریک چلائی گئی کہ وہ ہندوستان چھوڑ جائیں تاکہ یہ تمام برصغیر بلا شرکت غیرے ایک ہندو سٹیٹ بن کر ابھرے۔

۵۔ تحریک دار الحرب ...... برصغیر پاکستان و ہند کو دار الحرب قرار دے کر اس میں ہفتہ وار اسلامی اجتماع (نماز جمعہ) کو ترک کرنے کی سازش تاکہ ملت اسلامیہ کی اجتماعی قوت برباد ہو کر انتشار کا شکار ہو جائے۔

۶۔ گاندھی ازم تحریک ...... گاندھی ایسے مکار ہندو کو مسلمانوں اور ہندوؤں کا مشترکہ لیڈر بنانے کی مذموم کوشش۔

۷۔ تحریک اصلاح دین کے پردے میں دین کی اصل کنہ ...... محبت و عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے رشتہ منقطع کرنے کی سازش (تحریک نجدیت)

۸۔ تحریک توحید کی آڑ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق منقطع کرنے کی سازشیں (مولوی اسمٰعیل و سید احمد کی تحریکیں)

۹۔ ہندو مسلم اتحاد کی آڑ لے کر گائے کی قربانی ترک کرنے کی تحریک

۱۰۔ ہندوانہ رسوم کو اپنانے کی عام سی تحریک

۱۱۔ ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ بلند کر کے مسلم تشخص کو ختم کرنے کی سازشیں۔

۱۲۔ دو قومی نظریہ کی بیخ کنی کی کوششیں اور ملت از وطن است کے نظریہ کا فروغ

۱۳۔ تحریک ترک جہاد (تبلیغی جماعت کا منشور)

۱۴۔ تحریک انہدام مساجد (مسجد شہید گنج نزد ریلوے سٹیشن لاہور کی مثال)

۱۵۔ تحریک توہین مقابر اولیاء عظام (مولوی الیاس صاحب تبلیغی جماعت کی حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ اور دیگر اولیاء کرام کے مزارات پر یلغار)

۱۶۔ وھابی تحریک .... ملت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش

۱۷۔ نبی کریم رؤف رحیم سے رشتہ محبت و مودت ختم کرنے کی سازش حالانکہ نص قرآنی ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی

۱۸۔ انڈین نیشنل کانگریس کو برصغیر پاکستان و ہند کی واحد قومی سیاسی تحریک قرار دینے کی سازش تاکہ برصغیر سے مسلمانوں کا وجود ختم کیا جا سکے۔

۱۹۔ تحریک فرقہ بندی .... راسخ العقیدہ مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک قرار دے کر ان کی دینی حمیت کو مجروح کرنے کی سازش۔

۲۰۔ ترک تقلید کی تحریک۔ ملت اسلامیہ کو مختلف نام نہاد گروہوں میں تقسیم کر کے ان کو اپنی اجتماعیت سے محروم کرنے کی سازش۔

۲۱۔ ترک حنفیت کی مذموم تحریک تاکہ ملت فقہی مسائل میں الجھ کر اپنے مرکز سے گریزاں ہو جائے اور اس انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملت کو مغلوب کرنے میں آسانی ہو۔

۲۲۔ تحریک ترک نماز سنت .... صرف فرض نمازوں پر زور دے کر ملت کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اعمال (سنت) سے گریزاں کرنے کی مذموم سعی۔

۲۳۔ تحریک با جماعت نماز تہجد .... اس تحریک کا مقصد بھی جناب رسول کریم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی حیثیت کو کم یا ختم کرنے کی شر انگیز کوشش تھی۔

۲۴۔ تحریک ترک سنت۔ چکڑالویت اور صرف قرآن حکیم ہی کو فرائض کی نص قطع
قرار دیکر امت میں فتنہ پھیلانے کی سازش

۲۵۔ تحریک نیچریت --- قدرتی عوامل جو عقل کی گرفت میں آسکیں-- صرف انہی ک
حق تسلیم کرنا' جنت دوزخ' فرشتوں اور دیگر اعتقادات کا انکار

۲۶۔ ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ یعنی مولانا فضل حق خیر آبادی کی جگائی ہوئی جوت
آزادی کی جوز سے انحراف کرتے ہوئے انگریزوں اور ہندوؤں سے بھائی چارہ کی آڑ میں
اسلام کی بنیادوں کو ختم کرنے کی سعی

۲۷۔ دیوبندی تحریک -- جس کا واضح مقصد ملت اسلامیہ میں افتراک پیدا کر کے
سلف صالحین کے انقلابی کارناموں پر مزموم تنقید و تنقیص کرنا۔ مسلمانوں کی عام مذہبی
تقاریب و اجتماعات اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم مجالس کو کفر و شرک قرار
دیکر ملت کا رشتہ اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کرنے کی سعی

۲۸۔ تحریک قادیانت --- عقیدہ ختم نبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکہ ڈالنے
کی ناقابل معافی جسارت جس کی کھلم کھلا پشت پناہی انگریز کر رہا تھا۔

۲۹۔ تحریک احیائے سنت کی مخالفت۔ کم تعلیم یافتہ اور خود ساختہ مولویوں کی تحریک کہ
صرف شیطانی توحید پر عمل پیرا ہونا ہی کافی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
احکام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت پر عمل میں کوتاہی ممکن ہے۔ (نعوذ باللہ)

۳۰۔ شدھی کی تحریک ---- یہ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک تھی۔

۳۱۔ آریہ سماجی تحریک -- اس کا مقصد بھی مسلمانوں کو ہندو معاشرت میں ضم کرنا
تھا۔ یہ ان تحریکوں کا مختصر سا ذکر ہے۔

حضرت باواجی علیہ الرحمتہ' آپ کے خلفا اور دیگر سلاسل کے مشائخ عظام (مشائخ

چشتیہ سہروردیہ قادری اور مشائخ نقشبندیہ) نے مل جل کر ان تمام تحریکوں کا ایسا عملی سدباب کیا اور عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی مثبت شمع روشن کی کہ ان تمام تحریکوں اور ان کے بانیوں اور پیرو کاروں کو ناک چنے چبوا دیے۔

آپ کے مریدین' خلفا اور اولاد نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کے لیے ملک بھر میں طوفانی دورے کئے۔ مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو بیدار کیا اور ان کو خواب غفلت سے ایسا جگایا کہ سات سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کے نقشے پر آزاد مسلم ریاست پاکستان قائم کر کے دم لیا۔

تربیت مریدین

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد خدا وندی ہے۔

"ویزکیھم و یعلمھم الکتاب"

"وہ ان کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب کے علوم کی تعلیم دیتے ہیں"

دوسری جگہ فرمان حق ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا وتقو اللہ لعلکم تفلحون

اور یہاں رابطو سے مراد کسی مرد حق کے دست حق پرست پر بیعت کر کے اللہ اور اللہ کے رسول سے رابطہ پیدا کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار صحابہ کرام سے بیعت لی۔ اور پھر جب بیعت رضوان ہوئی تو رب تعالیٰ نے اس پر اپنی خوشنودی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا

"لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبا یعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینتہ علیھم"

"تحقیق اللہ راضی ہوا مومنوں سے جس وقت بیعت کرتے تھے تجھ سے درخت کے نیچے، پس جان لیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، پس ان پر تسلی نازل فرمائی"

پھر فرمایا

ان الذین یبایعونک انما یبا یعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم

"جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں سو وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے"

ایک دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے۔

یاایھا الذین امنوا امنو باللہ ورسولہ۔

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر" ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وابتغو الیہ الوسیلۃ

"اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو"

پھر فرمایا

وجاھد و فی سبیلہ۔

"اسکی راہ میں مجاہدہ و ریاضت کرو"

شیخ بوعلی وفاق نے ایک مثال بیان کی ہے کہ جو درخت خود بخود اگتا ہے یا تو بے ثمر رہتا ہے یا اس کا پھل بے ذائقہ ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کچھ لوگ بے وسیلہ مرشد منزل پا بھی لیں تو ان سے دوسرے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر
ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
او زغولاں گمرہ در چاہ شد

پیشوا کے بغیر یہ سفر بڑا ہی پر آفت' خوفناک اور خطرناک ہے جو کوئی (اس راہ میں) بے مرشد ہوتا ہے وہ شیاطین میں سے ہے' گمراہ ہے اور کنویں میں گریگا۔ حلقہ مریداں میں داخل لوگوں کو اپنے شیخ کی توجہ حاصل رہتی ہے اور مختلف باطنی نعمتیں جو مجاہدات کی وجہ سے ان پر نازل ہوتی ہیں مرید بلا مشقت ان سے مستفیض ہوتا ہے۔ وارث شاہ صاحب لکھتے ہیں

بنا مرشداں راہ نہ ہتھ آون
بنا دودھ نہ پکدی کھیر میاں

تربیت مریدین آسان کام نہیں۔ ہزاروں لوگ مختلف تمنائیں لیے مشائخ کرام کی خدمت میں آتے ہیں اور اپنے اپنے دامن اپنی مرادوں سے بھرتے ہیں لیکن مشائخ کرام کی زیادہ تر توجہ اس امر پر ہوتی ہے کہ طالبین راہ حق ان سے اللہ اور اللہ کے رسول کا رستہ پوچھیں اور طالبین کیلئے بھی حکم خداوندی ہے۔

یاایھا الذین امنو اتقو اللہ و کونو مع الصادقین۔

"اے ایمان والو تقوی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"

حافظ عبدالکریم صاحب عیدگاہ راولپنڈی والے لکھتے ہیں جس وقت پیر کامل مل جائے تو ہر حال میں وہ حقیقت (تصور شیخ) اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور ایسے مرتبہ پر پہنچ جائے کہ تمام اشیاء کو اپنے آئینے میں دیکھے۔ اس وقت اس کو خلقت حجاب نہ ہوگی بلکہ اپنی قوت و جذبہ سے اور لوگوں میں تصرف کریگا۔ اس حالت میں اپنے آپ کو غصہ سے بچانا لازم ہے اس لیے کہ غصہ اور حب دنیا اس نسبت کو خالی کر دیتی ہے۔ اگر نسبت میں قصور واقع ہو تو ٹھنڈے پانی سے غسل کرے۔ اگر اس سے وہ نسبت حاصل نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ میں مشغول ہو۔ اگر اس سے بھی وہ نسبت حاصل نہ ہو تو آب رواں پر جائے سبزہ پر نظراسی کرے اور پھر ذکر میں مشغول ہو۔ بہت زور سے سانس لے اور تصور شیخ کی طرف متوجہ ہو۔ تصور شیخ کو خدا کی صفت جانے اس میں جسقدر طالب اپنے شیخ و پیشوا سے محبت رکھیگا اسی قدر زیادہ فیض یاب ہوگا۔

صرف یہی راستہ ہے جو سب راستوں سے آسان اور نزدیک ترین ہے۔ حضرت حافظ صاحب مذکور باوا جی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے مقتدر خلفا میں سے تھے۔ آپ ہدایت الانسان میں "رابطہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں "اسوقت مجھے اپنے مولانا و مرشدنا و ہادی نا (حضرت قبلہ باوا جی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ) کے اوصاف حمیدہ لکھنے پر جوش آرہا ہے۔ میں

قربان جاؤں آپ کے نام نامی پر کہ جس کی محبت نے دل میں جوش کیا ہوا ہے۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ ان کا سخن برہنہ نہ کر مگر جان کہتی ہے کہ میں بھوکی ہوں۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور کرامات اگر لکھوں تو بیشمار ہیں مگر تھوڑا سا حال جس سے آپ کی سچائی اور ولایت ثابت ہوتی ہے بیان کرتا ہوں۔

العشق نار

ایک روز میں اور میاں حبیب اللہ و قطب الدین و پینڈا خاں اور ان کے علاوہ اور اصحاب قریب گیارہ کے جمع تھے۔ جناب اسوقت ایک جنگل میٹھن نام میں رونق افروز تھے۔ جس وقت ہم لوگوں نے قدم بوسی کی اور دیدار سے مشرف ہوئے تو آپ کو دیکھتے ہی سب دوستوں کو جذب ہوگیا اور ایک دوست کی یہ حالت ہوئی کہ سب سے تنہا ہوگیا۔ ہم نے اس سے اس کی تنہائی کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ دوسرے دن ہم سب (آپ سے) رخصت ہوئے تو رستے میں وہ نماز اشراق پڑھنے لگا یہاں تک کہ دو گھنٹے ایک ہی رکعت میں گذار دیئے۔ فراغت پر ہم نے اس سے اس کا احوال دریافت کیا تو کہنے لگا جس وقت سے میں نے حضرت صاحب سے ملاقات کی ہے اس وقت سے میرے سینے میں نورانیت کا چراغ روشن ہوگیا ہے اور دل کی یہ حالت ہے کہ سوائے حق کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

بارش کیلئے دعا کی قبولیت

ایک روز موسم گرما میں میں تنہا آپ کی خدمت میں گیا۔ آپ میٹھن جنگل ہی میں قیام فرماتے تھے۔ مجھے گرمی سے از حد تکلیف ہوئی۔ رات کو کھانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ آپ (مضطرب ہو کر) فرمانے لگے کس واسطے تم کھانا نہیں کھاتے۔ عرض کی قبلہ عالم گرمی کی وجہ سے میرا جی نہیں چاہتا۔ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے چاولوں کا لقمہ اٹھا کر فرط

محبت سے میرے منہ میں دیا اور پھر اٹھایا (میں لیٹا ہوا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر بٹھایا) میں نے عرض کی قبلہ عالم بالکل جی نہیں چاہتا۔ فرمانے لگے اب کیا کریں (شفقت ملاحظہ ہو) میں نے عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ کریم بارش کرے۔ آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور میں آمین کہتا رہا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اذان دو۔ جب ہم فریضہ نماز سے فارغ ہوئے تو ہمارے سروں پر رعد گرجا اور آپ فرمانے لگے کہ میں مکان پر جاتا ہوں۔ آپ مکان پر چلے گئے اور میں نے دو رکعت سنت تمام نہ کی تھی کہ بارش سے میرے تمام کپڑے تر ہو گئے۔ (نماز میں استغراق ایسا کہ تمام کپڑے بھیگ گئے مگر نماز ترک کر کے کمرے میں نہ گئے) اس قدر بارش ہوئی کہ جہاں نظر پڑتی تھی پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ اس طرح آپ کی برکت سے وہ وہ کام سرانجام ہوئے کہ بیان سے باہر ہیں۔

جنات سے نجات

راولپنڈی میں جناب قاضی نورشاہ صاحب رہتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں جن از حد تکلیف دیتا تھا یہاں تک کہ چراغ گل ہوتے ہی ہر طرف سے اسباب کے گرنے پڑنے کی آواز آنی شروع ہو جاتی اور وہ تمام کو آپس میں ملا دیتا تھا۔ ہماری ایک لڑکی بھی اس مرض سے فوت ہو گئی تھی اور دوسری کو یہ بیماری شروع تھی۔ ایک روز ہم نے آپ کی خدمت اقدس میں اپنی یہ تکلیف سنائی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ ہم نے عرض کی کہ حضرت غریب خانہ پر تشریف لے چلیں تو عنایت ہوگی۔ آپ نے منظور فرما لیا۔ جس وقت آپ کا قدم مبارک گھر میں پڑا جن جاتا رہا۔ پھر مجھے ایک روز خواب میں ملا کہنے لگا کہ میں عرصہ دراز سے یہاں رہتا تھا' لو اب رخصت ہوا۔ اس ولی کی برکت کے باعث پھر کبھی نہ آؤنگا۔

جن سے نجات کا ایک اور واقعہ

ہمارے ایک پیر بھائی پینڈے خاں کی والدہ ماجدہ کو چالیس برس سے جن کی بیماری تھی۔ علاج معالجہ اور مختلف فقیروں کے پاس جاجا کر وہ لاچار ہوگئی تھی مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ اتفاقاً" یہ واقعہ سرکار کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس (عورت) کو یہاں بلاؤ جب وہ آئی تو آپ نے اسے کلمہ شہادت تلقین فرمایا اور باطن سے توجہ فرمائی۔ عرصہ بارہ سال کا گذرا ہے کہ وہ (جن) پھر نہیں آیا۔

دعا کا اثر

آپ کی دعا سے بہت سے ناخواندہ (بے پڑھے لکھے) لوگ عہدے دار بن گئے۔ (حالانکہ ان عہدوں پر تعلیم یافتہ افراہی تعینات ہو سکتے تھے) اسی طرح بہت سے مساکین (کہ دو وقت کی روٹی کو عاجز تھے) مالدار بن گئے۔

نگاہ کیمیا اثر

آپ کی توجہ کی یہ حالت تھی کہ تلقین کرنے کے بعد اسی وقت آدمی بیہوش ہو جاتا تھا اور جو بیہوش نہیں ہوتے تھے ان کے دل میں ذکر کا جوش پیدا ہو جاتا۔ انکی عجیب حالت ہو جاتی اور شہود حق کا ظہور ہوتا۔

حافظ صاحب کا ذاتی واقعہ

ایک اور شخص (مراد حافظ صاحب) کی نسبت آپ فرمانے لگے کہ یہ میرے فرزند ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے ساتھ جو کوئی حسد کریگا تو گویا وہ میرے ساتھ حسد کریگا۔

امیرملت کی تکمیل نسبت

اکثر جب آپ مریدین پر توجہ فرماتے تو مولانا غلام نبی ہاشمی اور سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ توجہ میں آپ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور شاہ صاحب کی یہ حالت تھی کہ جس طرف

توجہ کرتے اس کو اسی وقت جذبہ و شوق و گریہ ہو جاتا۔ آپ فرماتے "شاہ صاحب محنت کش آدمی ہیں' ان کی حالت اکثر دنیا کی طرف سے سرد ہو گئی ہے اور تنہائی کو پسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس شخص نے اپنے نفس کو قابو میں کیا ہوا ہے۔ روٹی کے وقت ہر ایک شخص اچھی غذا کھاتا مگر وہ (شاہ صاحب) روکھی پر صبر کرتے تھے (آجکل کے مریدین کیلئے اس میں بڑا سبق ہے۔ شاہ صاحب کی قناعت کا بھی آپ کے درجات کی بلندی میں بڑا حصہ ہے) حافظ صاحب پر آپ کی نظر و مہربانی بہت تھی۔ جس روز آپ نے انکو تلقین فرمایا توجہ باطنی سے معمور کر دیا۔ حافظ صاحب کی اس وقت یہ حالت تھی کہ ماہی بے آب کی طرح زمین پر تڑپتے تھے۔ ایک برس تک ان کی یہی حالت رہی اور تلقین کے بعد اسی وقت تاج مبارک ان کے سر پر رکھا اور موزوں کیا۔ جس وقت مرشد نا و مولانا راولپنڈی تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ یاسیدی! آپ نے شاہ صاحب کو بہت جلدی موزوں کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں حکم کا بندہ ہوں اور نیز شاہ صاحب کی محبت علم اور حلم مجھ کو پسند آیا اور مجھ کو فرمانے لگے کہ شاہ صاحب کی حالت دیکھو گے؟

امیر ملت کی محبت و خدمت اور عظمت

امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کے ساتھ جس قدر محبت تھی اسی قدر کی خدمت بھی کی۔ اگر کوئی شخص آپ سے بیعت ہونے کے لیے آتا تو فرماتے کہ شاہ صاحب ان کو رستہ بتا دو اور فرماتے کہ جس شخص نے شاہ صاحب سے بیعت کی اس نے ہماری بیعت کی۔ اب دیکھئے آپ کی توجہ اور مہربانی سے کیا کیا ظہور ہو رہے ہیں۔

مولانا اکبر شاہ اور مولانا غلام محمد بگوی پر نظر کرم

مولانا اکبر شاہ اور مولانا غلام محمد بگوی رحمتہ اللہ علیہما کا آپ نے ایک نظر سے حال متغیر کر دیا اور مولوی صاحب مرحوم کی یہ حالت تھی کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے

جب کہ شاہ صاحب رات بھر جاگتے۔ درد و عشق اور صادقیت کے نشان (ان سے صاف صاف) نظر آتے۔ اکثر اوقات اپنی زبان مبارک سے شاہ صاحب کی صفت کیا کرتے تھے۔

خلق عظیم

آپ کا خلق اس قدر عظیم تھا کہ ہر ایک یار یہی سمجھتا تھا کہ جس قدر آپ کی محبت میرے ساتھ ہے شاید ہی دوسرے کے ساتھ ہو۔ جو شخص آپ کو دیکھتا تھا بول اٹھتا تھا " **ھذا ولی اللہ**" "کہ یہ اللہ کا دوست اور ولی ہے"

غرضیکہ اس محبت و یگانگت سے مریدین کی تربیت فرماتے کہ ان کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے اور باطنی توجہ سے ان کی کایا پلٹ دیتے۔ ان کے دل دنیا سے سرد کر کے ان کو اللہ کی طرف راغب کر دیتے۔ اللہ اللہ کرنے والے درویش آپ کو زیادہ پسند تھے اور آپ کی زیادہ توجہ بھی انہی کی طرف رہتی تھی۔

کرامات حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی کرامات بیان کرنے سے قبل بہتر معلوم ہوتا ہے کہ کرامات کے متعلق چند ضروری امور کی وضاحت کر دی جائے تاکہ کرامات کی حقیقت کو جاننے میں آسانی ہو۔ حضرت پیر خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس اللہ سرہ العزیز کی حیات طیبہ "مہر منیر" کے صفحہ ۵۷۳ پر لکھا ہے۔

"علامہ شہاب الدین احمد بن احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "اثبات کرامات اولیاء" میں کرامت کی تعریف یوں فرمائی ہے "کرامات" جمع ہے "کرامت" کی اور وہ ایسے خرق عادت امر کا نام ہے جو نہ نبوت سے تعلق رکھے، نہ قبل از زمانہ نبوت ہو اور وہ ایسے شخص سے ظاہر ہو جس کا ظاہر صلاح پر مبنی ہو۔ وہ کسی نبی کا متبع ہو اور اس کی شریعت کا پابند ہو۔ اس کا اعتقاد صحیح ہو اور اس کے اعمال صالح ہوں۔

مجالس الابرار میں ہے۔

"سچی کرامت وہ ہے جو اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ کرامت کی غایت یہ ہے کہ انسان استقامت اور اس کے کمال کو حاصل کرے۔ جو کرامت انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے حصول اور تقویٰ و استقامت کی توفیق دے اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ اگر کوئی شخص خلاف شرع امور کا مرتکب ہونے کے باوجود مدعی ولایت ہے تو وہ جھوٹا ہے اگرچہ اس سے حسی طور پر بعض خوارق و خلاف عادت امور ظاہر بھی ہوں۔ ارباب حقیقت کا مسلمہ قاعدہ ہے جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ و الحاد ہے" خواہ کوئی ہوا میں اڑتا پھرے۔

پروفیسر قاری محمد عبدالرزاق صاحب (گورنمنٹ کالج حافظ آباد) کی تحقیق ہے

"اولیائے کرام کی کرامات قدرت خداوندی کا مظہر اور صفات ربانی کے عرفان کا باعث ہوتی ہیں۔ ان کرامات کی وجہ سے کمالات نبوت کی پہچان ہوتی ہے۔ بے ایمانوں کو ایمان

اور اہل ایمان کو عمل صالح میں راہنمائی ملتی ہے۔ کرامات ایمان و ایقان میں اضافہ کا ذریعہ اور جذبہ عمل کی فراوانی کا وسیلہ ہوتی ہیں۔ ان کے ظہور سے دلوں کی بنجر زمینوں میں زرخیزی پیدا ہوتی ہے اور مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ کرامات خلق خدا کو مذہبی و روحانی طور پر فیض یاب اور سماجی' ثقافتی اور معاشی اعتبار سے متمتع کرتی ہیں' ان کے اظہار کی وجہ سے دینی اخوت میں اضافہ ہوتا ہے' صلہ رحمی کے جذبات میں ترقی ہوتی ہے' پرائے اپنے بنتے ہیں' اپنوں میں یگانگت بڑھتی ہے' بیگانے یگانہ بنتے ہیں۔ کرامات کی وجہ سے اخلاق و کردار کو سنوارنے میں مدد ملتی ہے' گفتار و اطوار میں سنجیدگی اور وقار پیدا ہوتا ہے' خوف خدا اور توکل علی اللہ کی دولت نصیب ہوتی ہے' عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت میسر آتی ہے' عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر قلب و روح میں جاگزین ہوتا ہے۔ الغرض اولیاء کرام کی کرامات اس قدر ہمہ پہلو ہیں کہ اس پر لکھتے جایئے' تشنگی باقی رہے گی تاہم ان کا ایک پہلو یہ ہے کہ اولیاء کرام کی زبان ترجمان حق بن کر تاثیر کے پھول کھلاتی ہے اور تیر بہدف ثابت ہوتی ہے۔ تقدیریں بدل دینے کی صلاحیت سے بہرہ بند ہوتی ہے گمراہوں کو راہ حق پر لے آتی ہے' بیکسوں کی دلی تمنائیں بر لانے کا سبب بنتی ہیں' مشکلات کو ٹالنے کا باعث بنتی ہے۔ اولیاء اللہ کی زبان سے عوام کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مستقبل کے احوال کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ بقول مولانا روم

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

بہر حال کرامات معنویہ میں محبت و عشق الٰہی سب سے بڑی کرامت ہے جس کے خصول کا مدار حسب ارشاد الٰہی

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله۔

"فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری متابعت کرو اللہ تم سے محبت کریگا"

یہ ہے اتباع سنت محمدی۔ اسی ارشاد ربانی میں اس کی جزا یہ بیان کی گئی ہے کہ متبع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حب نبی کی بنا پر خود بھی محبوب خدا ہو جاتا ہے اور بمقتضائے من لہ المولی فلہ الکل پھر سب کائنات اسی کی ہو جاتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبال

کرامات کو چھپانے میں اللہ کے پاکباز اور خدا رسیدہ بندوں نے بڑی کوششیں کی ہیں مگر جہاں غیرت دینی کا مرحلہ ہو یا پھر سائل کے ایمان و اعتقاد کو بچانے کی ضرورت ہو وہاں اس کے اظہار سے گریز بھی ممکن نہیں رہتا مثلاً حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے احوال میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک ہندو سادھو نے اپنی باطنی قوت کے اظہار کے طور پر ایک بہت بڑے پتھر کو جنبش دیکر سوال کیا کہ آپ بھی باطنی قوت کا اظہار کریں۔ آپ کی توجہ سے وہی بڑا سا وزنی پتھر فضا میں بلند ہو کر متحرک ہوگیا جسے دیکھ کر وہ جوگی ایمان لے آیا۔

مولانا محمد ضیا اللہ نقشبندی اپنی کتاب مقاصد السالکین (۱۱۴۰ھ) کے صفحہ ۱۷۸ پر لکھتے ہیں

"جاننا چاہیے کہ اولیاء کے تصرفات اور خوارق اگرچہ برحق ہیں لیکن بزرگان دین اور روندگان راہ یقین ان کو اس راستہ (منزل سلوک) کے مطالب سے نہیں گنتے اس لیے کہ ایسے کام ولی اللہ ہونے کے لیے لازم نہیں۔۔۔۔باوجود یکے ان کو ہر ایک چیز سے آگاہی ہوتی ہے لیکن اپنے ارادہ سے اسے ظاہر نہیں کرتے' ہاں اگر کوئی سخت ضرورت پڑ جاوے جیسے اپنے مریدوں کی تربیت یا دین کی تقویت تو ایسی حالت میں اس کو ظاہر کرنا کچھ مضائقہ نہیں جانتے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ جس طرح پیغمبروں کا معجزات دکھلانا فرض

ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے لیے تصرفات اور کشف و کرامات چھپانا لازم ہے"

حضرت پیر خواجہ سید محمود علی گیلانی چشتی کہروڑپکوی (ضلع لودھراں) کا ایک شعر ہے۔

ڈوبے کو ترا دینا اور مردے کو جلانا
بچوں کا ہے کھیل کرامات نہیں ہے

تاہم اظہار حق کی خاطر اور تالیف قلبی و حجت دین کے لئے کرامت کا ظاہر کرنا بھی لازم ہوتا ہے جیسے غوث صمدانی محبوب سجانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا "میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک ہی قدم بھر کر یہاں (بغداد شریف میں) آیا ہے اور اس نے توبہ کی ہے" شیخ صدقہ نامی ایک بزرگ اس وقت حضور غوث پاک کی صحبت میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے دل میں سوچا جو شخص ایک ہی قدم میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے بیت المقدس سے بغداد پہنچے وہ توبہ کس لیے کرے۔ آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا وہ اس لیے توبہ کرے کہ پھر حرص و ہوا کا شکار نہ ہو جائے اور میرے پاس آنے کی اس کو اس لیے ضرورت پڑی ہے کہ اسے حق سجانہ کا سیدھا راستہ بتاؤں۔

حضرت نبی اکرم پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"الا ستقامت افضل من حصول الکرامتہ"

ایک اور جگہ آیا ہے۔

الا ستقامتہ فوق الکرامتہ۔

اکثر اولیاء کرام اور اہل کمال کے ہاتھوں جو درگاہ الٰہی کے مقرب تھے بیشمار کرامتیں وقوع پذیر ہوئیں۔ جاننا چاہیے جب تک سالک راہ خدا منازل سلوک طے نہ کر لے تب تک اس کیلئے اپنے اختیار سے تصرفات کا اظہار نقصان دہ اور منع ہے۔ جب وہ درجہ فنا سے گذر کر بقا کے درجہ میں داخل ہو کر اپنے نفس امارہ ولوامہ پر قابو پالے اور نفس مطمئنہ

کے درجے پر فائز ہو جائے تو اسوقت تصرفات و خوارق کا اظہار اس کے لیے نقصان کا باعث نہیں رہتا اس لیے کہ اب وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر خود باقی نہیں رہا۔ اس کی اپنی ہستی باقی نہ رہی۔ اس کے وجود کے شیشہ میں ذرہ بھر بشریت کی بو باقی نہ رہی۔ اب اس کی زبان خدا کی زبان اور اس کا ارادہ خدا کا ارادہ ہوگیا ہے۔ اب جو کچھ اس سے صادر ہو رہا ہے وہ اس کی ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے صادر ہو رہا ہے۔

چونکہ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ اسی منزل فنا فی اللہ اوربقا باللہ پر فائز تھے اس لیے ان سے جو کچھ خوارق عادات سرزد ہوئی وہ دراصل منشاء الٰہی ہی کا اظہار تھا۔ آپ کے خوارق کی وجہ سے دین حنیف میں وسعت ہوئی۔ مشرکین ہند اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راغب ہوئے۔ دین متین کے پیروؤں کے ایمان مستحکم ہوئے اور اوپر گنائی گئی معلوم اور نمعلوم سازشوں اور تحریکوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے ابنائے امت میں استقامت و عزیمت پر عمل پیرا ہونے کی جرات پیدا ہوئی۔ اس کی ایک مثال آپ کا وہ واقعہ ہے جب آپ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو پیش کیا گیا جو مذہب حقہ سے مرتد ہو کر عیسائی ہو چکا تھا اور کافی علماء کی تہدید کے باوجود ایمان لانے کیلئے تیار نہ تھا لیکن جب اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے صرف اتنا فرمایا "او نکڑیا اپنا ورثہ کوئی نہ چھوڑ سی تے کلمہ ساڈا پرانا ورثہ ہوسی" یہ سنتے ہی اس کی حالت غیر ہوگئی اور وہ واپس اپنے دین متین پر لوٹ آیا۔

اولاد

حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے پانچ صاحبزادے تھے۔

(۱) پیر خواجہ گل نبی رحمتہ اللہ علیہ

(۲) خواجہ محمد نبی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ چھوٹی عمر ہی میں واصل بحق ہوگئے۔

(۳) خواجہ احمد نبی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ کی اولاد وادی کشمیر میں اشاعت دین حقہ و ترویج سلسلہ عالیہ میں مصروف رہی ہے۔

(۴) پیر خواجہ محمد سید شاہ رحمتہ اللہ علیہ المعروف بہ گدی والے پیر۔

(۵) خواجہ قادر شاہ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت پیر خواجہ محمد سید شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت تیراہ شریف میں ۱۸۱۹ء میں ہوئی۔ چھوٹی عمر ہی میں علوم متداولہ کی تکمیل کر کے طریقت کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت جلد منازل سلوک طے کرلیں۔ حضرت باواجی علیہ الرحمتہ کی جملہ دنیاوی ذمہ داریوں کو اپنے سر لیا اور دین کی خدمت میں بھی سابقون الاولون میں جگہ پائی۔

حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس عظیم فرزند ارجمند کی اقتدی میں تیس سال تک نماز پنج گانہ ادا فرمائیں۔ سلسلہ عالیہ چوراہیہ کو جو عظمت و رافت آپ کے دم قدم سے حاصل ہوئی وہ منفرد اور قابل فخر ہے۔ انشاء اللہ آئندہ آپ کے احوال پر تفصیل سے لکھا جائے گا۔

مشہور خلفاء کرام

آپ کے معروف خلفاء عظام کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت پیر خواجہ غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ بادلی شریف، گجرات

(۲) حضرت پیر سید غلام قادر شاہ رحمتہ اللہ علیہ، کوٹلی سیداں

(۳) حضرت پیر سید ایزد بخش رحمتہ اللہ علیہ، مسجد نیلا برج باغبانپورہ، لاہور

(۴) امیر ملت حضرت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ، علی پور سیداں

(۵) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ المعروف لاثانی رحمتہ اللہ علیہ

(۶) حضرت پیر خواجہ مولانا محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ پسرور، ضلع سیالکوٹ

(۷) حضرت پیر غلام محمد بگوی رحمتہ اللہ علیہ سابق خطیب بادشاہی مسجد، لاہور

(۸) حضرت مولانا حافظ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ سابق خطیب مسجد عید گاہ، راولپنڈی

(۹) حضرت مولانا صوفی غلام نبی ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ۔ چک قریشیاں نزد قلعہ سوبھاسنگھ سیالکوٹ

(۱۰) جناب پیر نواب علی رحمتہ اللہ علیہ

(۱۱) جناب راجہ شیر باز خاں رحمتہ اللہ علیہ

(۱۲) جناب حافظ جی جوڑی والے رحمتہ اللہ علیہ

اور قریبا سات سو دیگر خلفاء عظام

تعلیمات

آپ کی زندگی اسوہ حسنہ کا نمونہ تھی۔ قول کی بجائے عمل آپ کا طریقہ تعلیم تھا۔ شریعت مطہرہ سے سرمو انحراف، اغماض آپ پر نہایت گراں گذرتا۔ آپ کو دیکھ کر سابقون الاولون (صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین) کی زندگیاں نگاہوں میں گھومنے لگتی تھیں۔ آپ کی

تعلیمات میں تمباکو نوشی سے نفرت و کراہت غلو کی حد تک تھی بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تمباکو نوشی سے اس قدر وحشت ہوتی تھی کہ ختم خواجگان کے موقع پر تمباکو نوشوں کو ختم شریف کی محفل میں شامل ہونے کی سخت ممانعت تھی۔ غیر متشرع شخص کے نماز میں پہلی صف میں کھڑا ہونے کو معیوب جانتے تھے۔ مریدین و متوسلین کو اعتقادات بمطابق امام ابوالحسن ماتریدی درست کرنے کی تلقین ہوتی۔ فقہا میں طریقہ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ مرغوب تھا اور اس کو اپنانے کا عملی درس بھی دیتے تھے۔ درود پاک کی محافل کا انعقاد پسندیدہ عمل تھا۔ درود حاضری میں با ادب کھڑے ہو کر درود و سلام کا نذرانہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنا سعادت گردانتے تھے۔

انفرادی خصوصیت

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اطیعو اللہ واطیعوالرسول"

"اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو"

گویا اپنی اطاعت کے ساتھ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت یوں منسلک کردی کہ دونوں اطاعتیں ایک دوسرے کا لازم و ملزوم حصہ بن گئیں حالانکہ حقیقت میں اطیعوالرسول ہی اطیعواللہ کا صحیح مظہر ہے۔ اطیعوالرسول پر ہی شدت سے عمل اور مدامت درجہ ولایت پر پہنچنے اور اللہ کے مقبول بندوں میں داخل ہونے کی راہ ہے۔ اس راہ پر پیر کامل کی رہنمائی کے بغیر پہنچنا ناممکن ہے۔ مردان نکو کار یعنی خدا رسیدہ بندگان خدا کی منفرد خصوصیت شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اولیاء کاملین اسی کی تلقین فرماتے ہیں اور یہی راہ سلوک ہے۔

حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے ایک صدی بیت گئی ہے۔ آپ نے مشرکات، منکرات، بدعات و فواحشات کے خلاف جو جہاد اپنی حیات

طیبہ میں شروع کیا تھا آپ کی اولاد خصوصا سجاد گان عالی و خلفا عظام ابتک اسے جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ عظمت و جاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منکرین کے خلاف آپ نے جو تیز براں نیام سے نکال کر بلند کی تھی وہ اب تک فضاؤں میں چمک رہی ہے ۔ شریعت حقہ پر مجاہدانہ انداز میں اپنے طریق زندگی کو استوار کرنا اتنا واضح' نمایاں اور عیاں تھا کہ آج تک کوئی مخالف بھی آپ کی زندگی کے کسی بھی پہلو پر انگلی رکھنے کی جرءت نہیں کر سکا ۔

آپ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ایک سو سال بیت چکے ہیں اور اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے آج آپ کی چوتھی پشت آپ کی خانقاہ پر مسند نشین ہے ۔ پیرزادہ محمد بدرالدجی اگرچہ جوانی کی منزلوں میں ہیں پھر بھی آپ کا طرز زندگی اپنے جد اعلی کا نمونہ ہے۔ بہر حال یہ امر اپنی جگہ مسلم ہے کہ ہزاروں لاکھوں خلفاء و مریدین و متعقدین میں سے کسی کو آپ کی ہمسری کا دعوی نہیں ۔ جو خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ خود بالمشافہ اس سے ملاقات فرما رہے ہیں ۔ حضرت مولانا پیر عبدالغفور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار مہرآباد وزیر آباد میں مرجع خلائق ہے' ایک مرتبہ حاضر دربار ہوئے ۔ اس وقت تک ابھی مزار مقدسہ پر لوح نصب نہ تھی اور باہر سے آنے والا شخص بتائے بغیر یہ نہ جان سکتا تھا کہ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مقدسہ کونسا ہے لیکن حضرت مولانا نے مزارات کی زیارت کرتے ہی واضح اشارہ فرمایا کہ "یہ ہے باواجی کا مزار —— یہ تو خود اپنی نشاندھی فرمارہے ہیں ۔ یہ تو باربار اپنی طرف کھینچ رہے ہیں"

آپ کی اولاد پاک کے توسط سے آپ کی ذات سے جاری دریائے معرفت کا فیضان ٹھاٹھیں مار رہا ہے ۔ سالانہ عرسوں پر خصوصیت سے زائرین جھولیاں بھر بھر فیضیاب ہوتے ہیں۔

وصال

کل نفس ذائقۃ الموت

فرمان خداوندی ہے

کسی شاعر کا کہنا ہے "پیر پیغمبر اولیاء سب گئے جہانوں"

اولیاء کرام کے لئے یہ دنیا ایک قید خانے کی مثل ہے ۔ منزل عرفان پر گامزن ہونے کے بعد یوں تو بمصداق **موتوا قبل انت موتوا** وہ روزانہ موت و زیست کا مزا چکھتے رہتے ہیں مگر پھر بھی ہر ذی روح کو بحکم ربی **کل نفس ذائقۃ الموت** کا ذائقہ چکھنا ہی پڑتا ہے۔ قریباً اسی سال تک آپ نے رشد و ہدایت کی شمع روشن کئے رکھی اور ہزارہا تشنگان توحید کو آپ نے سیراب فرمایا ۔ بالآخر ۲۹ محرم الحرام سن ۱۳۱۵ھ بمطابق یکم جولائی سن ۱۸۹۷ء بروز جمعرات نماز ظہر کے بعد اور نماز عصر سے قبل آپ نے اس حال میں داعی اجل کو لبیک کہا جیسے ایک مستغرق محب اپنے محبوب کی یاد میں دنیاو مافیہا سے بیگانہ اپنے محبوب کا فرزانہ ہو

انا للہ وانا الیہ راجعون

پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

چند خوارق عادات

۱۔ اندیشہ فساد اور آپ کا تصرف

ایک بار یہ راقم الحروف کسی پہاڑ پر گیا تھا۔ وہاں پر حضرت بابا جی صاحب کا عرس مُبارک آ گیا۔ احباب طریقہ نقشبندیہ نے عرس کا اہتمام نہایت اخلاص و محبت سے کیا۔ وہاں پر ایک دو مخالفین دین بھی تھے۔ انہوں نے حکام تک رپورٹ کی اور اعلیٰ حکام کو بدظن کر کے پولیس کے ذریعہ پہرہ لگا دیا۔ رپورٹ میں یہ خبر درج تھی کہ یہ ایک درویش ہے اس کے آنے سے سخت فساد اور دنگہ بلکہ بلوہ ہوگا۔ کبھی یہ مشہور ہوتا کہ آج نقشبندی جماعت قادیانیوں کو سخت مارے گی پولیس بے چاری آٹھ روز بعد پھر واپس آ گئی۔ آخر جس روز عرس مبارک مقرر تھا، وہ جمعہ کا دن تھا۔ انہی مخالفین دین میں سے ایک نے پھر جا کر حاکم اعلیٰ سے کہا کہ آج سخت اندیشہ فساد ہے۔ حاکم وقت تھا دانا اور اس کو باباجی صاحب نے ایسی توجہ دی کہ حاکم مذکور نے غصہ میں آ کر اُن سے کہا کہ تم دونوں شریر یہاں پر بیٹھو۔ ۱۱ بجے سے ۴ بجے تک وہ نظر بند رہے۔ ہم نے عرس بھی کیا۔ ختم بھی پڑھا۔ میلاد شریف بھی پڑھا۔ طعام بھی تقسیم کیا۔ سب کام نہایت آسانی سے پورے ہو گئے اور وہ نظر بند رہے۔ ان کا جمعہ، نماز وغیرہ سب جاتا رہا۔ خُدا کی شان ہے کہ وہ ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ منہ بھی کسی کو نہ دکھاتے۔ اور سب لوگوں میں بدنام ہو گئے۔ اور باباجی کی کرامت کے سب قائل ہو گئے۔

۲۔ اولادِ نرینہ

ایک دفعہ صوبے دار حسن دین نام نے عرض کی کہ یا حضرت! میری عمر حد شباب سے تجاوز کر گئی ہے اور اب تک میرے گھر میں اولاد نہیں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ خدا اس آخری وقت میں اولاد نرینہ عطا فرمائے۔

آپ نے ایک تعویذ عنایت فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے لڑکا عطا فرمایا۔

۳۔ امیر ملتؒ کے متعلق وضاحت ایک بار کسی نے شکایت کی کہ باباجی آپ کے دربار شریف میں برسوں سے کئی خدام حاضر رہتے ہیں اور حتی الامکان ریاضت و مجاہدہ بھی کرتے ہیں۔ مگر جس قدر آپ کی نظر مبارک حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب پر ہے ویسی اوروں پر نہیں۔ آپ نے ایک ہفتہ میں ان کو صاحب ارشاد بنا دیا۔ جناب باباجی صاحب نے جواب دیا کہ فقیر کے پاس خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ مگر ہر ایک کی قسمت جدا، مقدر جدا۔ حافظ جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا۔ تیل تھا بتی بھی تھی، دیاسلائی بھی تھی۔ میں نے صرف سلگانے کی محنت کی ہے۔ خدا نے چراغ روشن کر دیا۔ ؎

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

۴۔ اعتقاد کی درستگی ایک گاؤں سیدوں کا تھا جس میں سوائے ایک دو گھروں کے سب شیعہ تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے خدا نے سب کو ہدایت دی کہ وہ سب لوگ سنی العقیدہ ہو گئے۔ اور عاشق صادق بن گئے۔ سبحان اللہ! سب سے بڑی کرامت یہی ہے۔ کیونکہ قدیم مثل ہے۔ ؎ "جبل گردد جبلت نگردد"

مگر آپ کی برکت سے وہ ایسے صوفی بن گئے کہ علاوہ نماز روزہ کے صاحبِ ذکر و تہجد گزار عابد و زاہد بن گئے۔ سچ ہے۔ ؎

"پلٹ دی پھر اک آن میں ان کی کایا"

۵۔ آپ کی نشست گاہ کا جلنے سے محفوظ رہنا آپ ہمیشہ راولپنڈی محلہ ملیار مسجد میاں وارث میں قیام فرماتے۔ ایک دن اتفاقاً مسجد کا دروازہ بند تھا اور چراغ کا گل گر گیا۔

مسجد کا سارا فرش جل گیا۔ صرف وہ جگہ محفوظ رہی جس جگہ پر آپ تشریف رکھتے تھے

۶۔ ایک مرید کو چھ لڑکیوں کے بعد لڑکا ہونے کی پیش گوئی

ایک دفعہ آپ موضع ڈیریانوالہ ضلع سیالکوٹ مسجد پٹھاناں میں مقیم تھے، وہاں پر ایک صاحب ولی داد خاں نام نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے گھر میں چھ (۶) لڑکیاں ہیں۔ مگر لڑکا ایک بھی نہیں۔ آپ نے قند سیاہ پڑھ کر دی اور فرمایا کہ اپنی بیوی کو کھلا دو اور دعا فرما کر کہا کہ تم کو خدا لڑکا عنایت کرے گا۔ اس کا نام محمد شریف رکھنا۔ چنانچہ سال آئندہ جب آپ دوبارہ وہاں تشریف لائے تو ولی داد صاحب نے بچہ حاضر کر کے کہا کہ یہ وہی بچہ ہے، جس کا نام آپ نے محمد شریف رکھا تھا۔

۷۔ علی پور سیداں میں کنویں سے پانی جاری ہونا۔

علی پور سیداں میں حضرت شاہ صاحب نے ایک کنواں کھدوایا۔ تو اس میں پانی نہ نکلا لوگ مایوس ہو گئے۔ انہی ایام میں حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے۔ لوگوں نے پانی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اب کنواں کھدواؤ۔ پانی خدا دے گا۔ چنانچہ جب کنواں کھدوایا گیا تو بفضل خدا اس قدر پانی آیا کہ کبھی خشک نہ ہوا۔ حالانکہ اس کے گرد اگرد کے کنویں خشک ہو چکے ہیں۔

۸۔ دعا سے مرض جاتا رہنا

ایک مرتبہ مؤلف کے روبرو ایک آدمی بباعث بیماری دردِ کمر سخت تکلیف میں روتا ہوا حاضر ہوا عرض کیا کہ حضرت دردِ کمر سے بے جان ہو گیا ہوں، میری کمر پر دم کریں یا کوئی تعویذ عنایت فرماویں۔ تاکہ خداوند تعالیٰ اس درد سے مجھ کو آرام بخشے۔ حضرت نے اس کے واسطے دعا خیر و صحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ چلو رخصت ہے۔ سب یار حیران ہوئے۔

دل میں سب کہنے لگے کہ بیمار غریب کو ایسی جلدی رخصت کر دینا مناسب نہیں۔ حضرت کو کون کہے۔ جس وقت حضرت سے وہ آدمی مصافحہ کرنے لگا۔ عرض کیا کہ بخدا بالکل شفا ہو گئی۔ ذرا شکایت نہیں رہی۔ اور مجھ کو کئی روز سے یہ درد کمر لاحق تھا۔ آپ کی قبولیت دعا کا خاص اثر تھا۔

قاضی عادل شاہ صاحبؒ کا دردِ شکم سے خلاصی پانا

ایک مرتبہ میرے شکم میں ایسا درد پیدا ہوا، کہ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لاچار ہو کر مؤلف رسالہ ہذا نے حضرت کو اطلاع دی۔ حضرت بذات خود تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے میرے پیٹ پر دم فرمایا۔ اور آپ نے سبابہ دائیں ہاتھ مبارک میری ناف پر رکھ کر اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ تا عبدہٗ ورسولہٗ پڑھ کر دم فرمایا۔ خداوند تعالےٰ نے اسی روز مجھ کو شفا عنایت کی۔ دوسرے روز بندہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعا سے آرام ہے۔ لیکن ایک عرض ہے، مجھ کو اکثر دردِ شکم رہتا ہے۔ اگر آپ مجھ کو اجازت فرما دیں، نہایت مہربانی ہوگی۔ آپ نے نہایت مہربانی سے اجازت عطا فرمائی۔ پھر آرام رہا۔

چور کا انجام حضرت جب بمقام لحاظ تشریف رکھتے تھے۔ آپ کے گھر میں ایک چور نے نقب لگا کر کچھ مال چرا لیا۔ اور باقی چند پارچات راستہ میں گراتا چلا گیا۔ باوجود معلوم ہونے کے حضرت اس سے چشم پوشی کرتے رہے۔ خدا کی قدرت سے اس کی اولاد میں جو موجود تھے وہ لولے ہو گئے اور بعد ازاں جو پیدا ہوتے رہے وہ سب لولے پیدا ہوتے تھے، نہایت سخت ذلیل اور رسوا۔ اور اپنے خاندان میں رسوا ہو گیا۔

مولانا رومؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں برد
تا دل مرد خدا ناید بدرد   ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

آخر ایک دوست نے اس کو کہا کہ حضرت صاحب سے کوئی تعویذ لینا چاہیے اور آپ سے دعا کرانی چاہیئے۔ اس بدبخت نے کہا کہ مجھ سے ایک مرتبہ حضور کے مال سے نقصان ہوا ہے۔ شرم آتی ہے۔ اس نے کہا نہیں چلو میرے ساتھ حضرت کی خدمت میں توبہ کرو۔ آخر اس کو مجبور کر کے حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ اور حضرت کی خدمت میں جا کر معافی طلب کی۔ حضرت نے بڑی شفقت سے اس کو معافی دی اور اصلی مال اپنا معاف کر دیا۔ اس روز سے اس کی اولاد صحیح اور سلامت پیدا ہونے لگی۔

امیر ملت رح کے متعلق پیشن گوئی

ایک مرتبہ حضرت اپنے مخلصوں میں سر بمراقبہ ہو کر توجہ باطنی سے درویشوں کو مستفید فرما رہے تھے۔ جب آپ فراغت حاصل کر چکے تو فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو حافظ سید جماعت علی شاہ ہمارے خلفاؤں میں سب سے سبقت لے جائیں گے۔ اُن کی دعا کا اثر دنیا دیکھ رہی ہے اور دیکھے گی۔

آپ کے خاندان کے متعلق بدگوئی کا انجام

آپ کے خاندان کو بصورت مجموعی ایک مخالف ہمیشہ بدگوئی سے یاد کرتا تھا۔ آپ کی خدمت میں ایک درویش نے اس کی تمام تکلیف دہی عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالٰے اس کو دنیا سے بے بہرہ لے جاوے۔ چند سال کے بعد وہ مر گیا۔ اور قبل از مرگ ایک ہفتہ اس کی زبان بند رہی اور کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہ ہو سکا۔ مزید براں یہ کہ دنیا سے بے اولاد ہو کر مرا۔

کشف قبور عطا فرمانا:

ایک مرتبہ ایک درویش آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اس نے عرض کیا کہ مجھ کو کشفِ قبور

کا از حد شوق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا قبرستان میں جاکر تین مرتبہ سورۃ ملک پڑھ کر مراقبہ کرو۔ درویش نے کہا کہ حضرت یہ تو میں پہلے بھی پڑھا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ پہلے تم اپنی مرضی سے پڑھا کرتے تھے۔ اب میری اجازت سے پڑھو۔ اس روز وہ حسب الارشاد قبرستان میں سورۃ ملک پڑھ کر مراقبہ میں ہوگیا۔ ایسا صاحب کشف ہوا کہ اپنے وقت میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔

۱۴۔ **ریاکار مرید کے انجام کا علم** آپ کی خدمت میں ایک درویش بڑے زور سے ذکر کیا کرتا تھا۔ ایک روز فرمایا کہ یہ ذکر اس کا دلی نہیں۔ اور درویش ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ فرمایا کہ یہ بھی اس کا فریب ہے۔ کچھ عرصہ بعد موضع کملیال میں اس سے ایک کام ناجائز عمل میں آیا اہل دیہہ نے اس کو اپنے گاؤں سے نکال دیا۔ جب حضور کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اس کی حالت مجھ کو پہلے سے معلوم ہوگئی تھی۔

اطلاع عام

ادارہ فیضان چوراہی حضرت باداجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد و متوسلین پر مفصل کتاب کی تدوین کر رہا ہے۔ تمام متوسلین، مریدین و معتقدین سے التماس ہے کہ ان کے پاس اس سلسلہ میں خطوط، مخطوطے، ملفوظ، کرامات اور تربیت کے باب میں جو مواد ہو، ادارہ کو اس کی فوٹو کاپی، اصل یا جو بھی صورت مناسب ہو ارسال فرما کر ثواب دارین سے مستفید ہوں۔

۱۔ **محمد بدر الدجیٰ** عفی اللہ عنہ مرکزی دفتر فیضان چوراہی چورہ شریف ضلع اٹک

۲۔ ذیلی دفتر: **محمد اجمل چشتی**۔ قادری سٹریٹ ملک پارک بلال گنج لاہور ۲

۔ جذام سے شفا قبلہ باباجی صاحبؒ خواجہ فقیر محمد کی خدمت میں ایک جذامی حاضر ہوا۔ حضور والا بالعموم وقت مسجد میں ہی گزارتے تھے۔ یہ جذامی مسجد کلاں کے باہر تین یوم مقیم رہا۔ قبلہ ام سجادہ نشین صاحب فرماتے ہیں کہ قبلہ بابا صاحب نے مجھ کو اس جذامی کو کھانا دینے پر مامور فرمایا تھا۔ تاکہ وہ محروم نہ رہے۔ اسے کھانا دینے کے لئے جاتا تھا۔ تو وہ اپنے برتن دور رکھ دیتا تھا۔ تاکہ اس مرض سے اور کسی کو اثر نہ ہو۔ تیسرے روز وہ جذامی حضرت باباجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نہایت بے قراری کے عالم میں یہ شعر پڑھا۔

؎ ماست فقیریم دریں گوشۂ دنیا   خلق است ہمہ دشمن ما یار نداریم

تین دفعہ یہ شعر پڑھا۔ پھر رخصت طلب کی۔ وہ صحن مسجد کے باہر ہی کھڑا تھا کہ حضورؒ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ اللہ کریم صحت بخشے۔ اور جانے کی اجازت دی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص بہت سے عمدہ عمدہ تحائف لے کر حاضر خدمت ہوا۔ سلام عرض کرنے لگا بعد اظہار کیا کہ یہ عاجز وہی ہے جو بحالتِ جذام حاضر خدمت ہوا تھا۔ حضور کی نظر شفقت اور دُعا سے صحت یاب ہو گیا ہے۔ اور یہ میرا بھائی ہے جو بڑے شوق سے آیا ہے کہ جہاں جذامی اچھے ہوتے ہیں وہاں دل بھی صاف اور اچھے ہوتے ہوں گے۔ حضورؒ نے ہر دو کو بیعت فرمایا۔ اور توبہ کرا کر گناہوں کے مرض سے بھی نجات دلائی۔ ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

حضرت قبلہ باباجی صاحب

امتحان میں ناکامی کے بعد کامیابی:

مسجد خیر دین مرحوم میں بمقام امرتسر رونق افروز تھے کہ ایک برقعہ پوش عورت حاضر ہوئی، اور عرض کی کہ میں کچھ عرصہ سے بیوہ ہوں۔ لڑکا بی اے میں تعلیم پاتا تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا گھر کا ترکہ فروخت کر کے اس لڑکے کو امتحان بی اے کا دلوایا، میری بدقسمتی سے فیل ہو گیا ہے۔ اب پھر تعلیم دلوانا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ نادار ہوں اور سابقہ محنت اور خرچہ بھی رائیگاں گیا۔ یہ کہہ کر بہت روئی۔ حضورؒ نے تسلی دی اور فرمایا کہ پاس ہو جائے گا اور بہت تشفی دے کر رخصت فرمایا۔ ناواقف لوگ اسے محض تسکین خاطر دلانے کی بات سمجھے مگر کچھ دیر بعد تار آ گیا کہ علی محمد پاس ہے۔ فعل اصل میں ایک سکھ لڑکا ہارا تھا۔ پہلے اطلاع غلط دی گئی ہے۔ سبحان اللہ!

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ ہمارے برادرِ طریقت علی محمد صاحب پسرور میں منصف رہے ہیں۔ فقیر نے ایک مرتبہ ایک سینئر سب جج راولپنڈی کے پلیٹ فارم پر نماز عصر کے بعد تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا۔ سب حیران تھے، دریافت پر معلوم تھا کہ وہی علی محمد ہیں جو حضور باباجی کی دعا کا زندہ اثر ہیں۔ آپ سیشن جج کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

عیسائیت سے توبہ

حضرت قبلہ باباصاحب جامع مسجد خیر دین واقعہ امرتسر میں رونق افروز تھے آپ ضعیف العمر تھے۔ ہر وقت مراقبے میں رہتے تھے لیکن بیٹھنا دشوار تھا۔ آپ حسبِ عادت نیلا دوپٹہ اوڑھ کر چھوٹی سی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے جناب شاہ صاحب علی پوری (حافظ صاحب) نے حضورؒ کے پاؤں دبانے شروع کیے۔ آپ نے رُخِ مبارک سے کپڑا اتار کر فرمایا۔ حافظ جی کے آگئی۔ عرض کیا کہ یہ شخص جو کتے پکڑے کھڑا ہے اس کا نام غلام رسول ہے میرے ایک مولوی دوست کا بیٹا ہے لیکن اب عیسائی ہو گیا ہے اسے بہت فہمائش کی گئی ہے مگر اس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اب اسے حضور کی خدمت میں لایا ہوں تاکہ ہدایت حاصل کرے مگر اس کے مرتد ہونے کا بہت افسوس ہے۔ حضور نے زبان مبارک سے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:-

اونکڑیا اپنا ورثہ تاں کوئی نہ چھوڑسی   تے کلمہ اساڈا پرانا ورثہ ہوسی

توں کیوں چھوڑسی" یہی فرمایا اور کوئی دلیل پیش نہ فرمائی۔ معاً اُس پہ کیفیت طاری ہو گئی اور بے تحاشا رونا شروع کر دیا اور عرض کی کہ اب حضور پھر وارث کرا دیجئے اسی حالت میں جبکہ وہ بوٹ سوٹ پہنے تھا۔ کلمہ کی تلقین فرمائی اور توجہ شروع ہوئی۔ پھر دعائے خیر کے بعد ارشاد ہُوا کہ جاؤ غسل کرو۔ کپڑے بدل کر آؤ۔ کتنے تو اسی وقت ہاتھ سے چھوٹ گئے تھے جب گریہ وزاری کر رہا تھا۔ اسی حالت مخموری میں گھر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد غسل کر کے اور لباس تبدیل کر کے حاضر ہوا اور مستحق مزید عنایات اور مورد صد خیر و برکت ہوا۔ (شاہ صاحب علی پوری کے گھر پہنچا تو نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ بوڑھی والدہ نے شراب کا شبہ کیا اور پوچھا۔

نذر پیش کرنے پہ بیٹے کی پیدائش کی پیش گوئی:۔

قبلہ باباجی صاحب زیادہ تر مسجد میں تشریف رکھتے تھے ایک دفعہ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ صحن میں مٹی کے بہت سے برتن ہیں۔ حضرت قبلہ دادی صاحبہ سے ارشاد فرمایا کہ کتنے کے لئے ہیں۔ عرض کیا کہ کمہاری کو تبرکاً کچھ دے دیں گے۔ قیمت تو وہ لیتی نہیں فرمایا کہ اُس کا کوئی لڑکا ہے کمہاری نے عرض کی کہ بدقسمتی سے اس چشمۂ آب حیات سے مانند خضرؑ محروم ہوں۔ ارشاد ہوا کہ گڑ لاؤ۔ حضرت دادی صاحبہ نے پشاوری گڑ پیش کر دیا۔ حضور نے تین روڑیوں پر دم فرمایا۔ کمہاری کو بلا کر فرمایا کہ گڑ کھا لو۔ مولا کریم تمہیں فرزند عطا کریگا۔ ارشاد فرمایا کہ نام بھی رکھ دیں۔ کیونکہ شاید اس وقت یہاں موجود نہ ہوں۔ کمہاری نے عرض کیا بہتر ہے اللہ دتا نام مقرر فرمایا۔

کمہاری اپنا سامان لے کر گھر چلی گئی۔ اور کسی انعام و تبرک کا انتظار نہ کیا۔ گھر پہنچ کر اپنے شوہر اور سات بیٹیوں کو بلا کر کہا کہ آج بر سر مراد پہنچ گئی۔ حضور باباجی صاحب نے اللہ دتا کی پیدائش کی بشارت فرمائی سب کو مکمل اطمینان ہو گیا اور خاوند نہایت خوش ہوا۔ گدھے پر مزید برتن لاد کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تو پہلے برتن پڑے ہیں۔ سنبھالے نہیں ہیں۔ کمہار مسمّی جمعہ نے عرض کیا کہ برتن اس لئے نہیں لایا کہ دربار میں ضرورت ہے

میں نے سُنا ہے کہ ازراہ بندہ نوازی ہم پر اللہ دتہ کا انعام ہوا ہے اور ہماری یہ حاضری قبولیت کے درجے تک پہنچ گئی ہے اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے ارشاد کیا۔ ہاں جمعہ مولا کریم فضل کرے گا۔ چند ماہ بعد آپ سفر پر تشریف لے گئے۔ ان کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ حسب الارشاد اس کا نام اللہ دتہ رکھا۔ اللہ دتہ کا پتہ یہ ہے۔ موضع ڈھاک۔ دربار شریف سے نصف میل مغرب کو ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ کان سوراخ دار ہوں گے۔ ایسے ہی تھے۔ یہ پاک بندے ابر کرم ہیں۔ ان کا فرمان کبھی خطا نہیں جاتا۔ جن لوگوں کو ان سے رابطہ ہے وہ اچھی طرح واقف ہیں۔

جن کا مسجد میں موجود بڑ کے درخت کو چھوڑ جانا

قبلہ بابا جی صاحب ایک دفعہ موضع پہاڑ نگ واقع ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد میں بہت بڑا درخت بڑ کا لگا ہوا تھا شام کی نماز کے بعد درخت ہلنے لگا آپ نے دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے آپ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ "وت نہ ہلسی" عرض کیا گیا کہ اس میں کیا سر تھا۔ ارشاد ہوا کہ ایک جن بڑ کے نیچے مقیم تھا۔ جب سب جانور شام کو اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ اڑا دیتا ہے اب اسے کہدیا ہے کہ جانوروں کو یہ تکلیف نہ دیا کرو اور تم چلے جاؤ کیونکہ لوگ بھی خائف ہوتے ہیں وہ چلا گیا ہے آئندہ نہ ہلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہے۔

"تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ"

جن کا مریض کو پیر بھائی کے حکم پر چھوڑ دینا

مولوی غلام نبی صاحب سکنہ چک قریشیاں ضلع سیالکوٹ حضور کے خلیفہ اور مقرب تھے۔ فقیر سے ایک دفعہ یوں ذکر فرمایا کہ مجھے بابا جی صاحب کا غلام جان کر ایک سایہ والے مریض کے پاس لے گئے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے تعویذ جن کے بند کرنے کے واسطے لکھنا شروع کیا۔ تو اس نے اس کے مقابل بند کھلنے کا تعویذ شروع کر دیا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں حیران ہو گیا وہ آسیب زدہ کہنے لگا کہ بس سرکار سے تم نے یہ سیکھا ہے۔ مجھے بھی اسی سے ارشاد ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے

یقین نہ آیا۔ پھر میرے اطمینان کے لئے کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ کو یاد ہے کہ جب آپ نے فلاں مسجد میں بیعت کی تھی دو آدمی اور تھے۔ ایک فلاں شخص تھا اور دوسرا جو اجنبی آدمی تھا وہ میں تھا۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے تسلی ہوئی تو اس سے کہا کہ اس آدمی کو چھوڑ دو کہنے لگا۔ کہ پیر بھائی کا فرمان قبول کرنا ارشاد مرشد ہے۔ لو السلام علیکم جن چلا گیا اور مریض تندرست ہو گیا۔ حضرت بابا جی صاحب دنیا میں مرشد کامل تھے جن و انس مستفید ہو رہے تھے۔

۲۱۔ **برہمن زادی کا ایمان لانا** بابا جی صاحب ایک دفعہ چک ترکشیاں میں تشریف لے گئے۔ مولوی غلام نبی صاحب نے عرض کیا کہ حضور کو گھر تشریف لیجانا چاہیے کہ مستورات آگئیں ہیں۔ دوبارہ اندر تشریف لے گئے۔ فارغ ہو کر آئے تو تین عورتیں اور آگئیں مولوی غلام نبی صاحب ہمراہ تھے ایک عورت کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ چچی صاحب آپ کے کام کبھی تمام نہ ہوئے تم بار بار حضور کو تکلیف دیتی ہو۔ آپ ضعیف ہیں۔ حضرت نے وہاں کھڑے کھڑے ہی ارشاد فرمایا کہ کلمہ پڑھیں۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ یہ تیسری عورت برہمنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خوب ہیں باہمنی شاہمنی نہ جانسی۔ کلمہ پڑھاونا ہوسی پڑھا چھوڑسی ۱۔ ہر سر کو کلمہ تلقین فرمایا واپس مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیگر خلق مسجد میں موجود تھی۔ جب اُن سے ذکر کیا تو حضور کی سادگی پر ہنسنے لگے۔ مگر اللہ تعالے کے بندوں کے ارشاد کا اثر کب خالی جاتا ہے۔ وہ برہمنی علی پور میں حاضر ہو کر صدق دل سے مسلمان ہو گئی حضور نے مراقبہ تلقین فرمایا۔ سب حیران تھے۔ فقیر نے اُس مائی کو خود دیکھا ہے تہجد گزار اور شب بیدار ہے۔

۲۲۔ **گفتۂ او گفتۂ اللہ بود** حضور ایک روز گھر آئے ہوئے تھے آپ کے پاس گھوڑی کا چارہ تھا پڑوسی کی گائے آئی آپ نے اسے ہانک دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آئی علیٰ ہذا القیاس تیسری بار پھر آئی۔ آپ کا فرمانا ہی تھا کہ مالک نفع مند نہ ہو، دشمن سود مند ماشہا گائے گو تمکنہ پہنچی تھی کہ لڑکھڑا گر گری۔ اس نے غل مچایا کہ چھری لاؤ۔ مگر ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گئی درست ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود! گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

قرض خواہ کی معاونت:۔ راولپنڈی میں ایک یار نے عرض کیا کہ بہت غریب ہوں۔ قرض خواہ تنگ کر رہے ہیں۔ سرمہ فروخت کر کے گذارہ کرتا ہوں ارشاد ہوا کہ شکستہ شیشے جمع کرتے رہو۔ چنانچہ شام کو فروخت بند کر دی اور شیشے پڑوسی کے ایک مکان ویران میں پھینکتا رہا۔ مکان بھر گیا۔ صاحب مکان کو خبر نہ تھی۔ اُن کو مکان تعمیر کرنے کی ضرورت ہوئی۔ دیکھا تو جگہ شکستہ شیششوں سے پڑے ہے حیران ہوا۔ کہ یہاں کون رکھ گیا ہے معلوم ہونے پر انہوں نے خالی کرنے کی دھمکی دی بڑی مصیبت کا سامنا ہوا۔ تمام شیششوں کا اٹھانا بہت مشکل تھا۔ ادہر حضور کے ارشاد کا بھی خیال ہوا۔ کہ اتنا نقصان ہو۔ اسی سوچ بچار میں تھا۔ کہ منادی کی آواز آئی کہ اگر کسی کے پاس شکستہ شیشے ہوں تو فروخت کر دو جیلخانے کی دیوار پر نصب کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ سن کر خوش ہوا۔ اور دریافت کیا کہ کس طرح لوگے۔ منادی کرنے والے نے ٹھیکیدار کا پتہ بتایا۔ سودا ہو گیا جیلخانہ تک پہنچانا اپنے ذمہ لیا۔ تاکہ مکان والے معلوم کرکے رکاوٹ نہ ڈالیں تمام شیشے جیل خانہ پہنچا دیے۔ وزن کر کے فروخت کر دیے تمام خرچ گاڑی بان کا ادا کر کے باقی تین سو روپیہ اس کے پاس بچ رہا۔

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

مسجد میں آپ کی نشستگاہ کا جلنے سے محفوظ رہنا:۔ حضور بابا صاحب

راولپنڈی میں مسجد وارث میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ رات مسجد کو اتفاقی آگ لگ گئی۔ سب مسجد جل گئی۔ مگر جہاں حضور کی نشست گاہ ہوا کرتی تھی وہ جگہ آگ سے محفوظ رہی۔

حیاتِ دنیوی کے بعد مرید کی معاونت

تھٹہ جو چورہ شریف سے تقریباً چھ کوس ہے۔ فقیر وہاں کچھ عرصہ حافظ صاحب کے زیر سایہ اور قاضی صاحب سے جو ہمارے خاندان کے استاد تھے تعلیم پاتا رہا۔ حافظ صاحب مرحوم کی ہمشیرہ اس زمانہ طالب علمی میں فقیر کی نہایت اخلاص سے خدمت کرتی رہی۔ فقیر تو وہاں سے چلا آیا ادھر ادھر پڑھتا رہا۔ لیکن حافظ صاحب مرحوم سے گہرا تعلق رہا حافظ صاحب کی ہمشیرہ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکا پیدا ہو کر فوت ہو گیا۔ بڑا صدمہ ہوا حضور کی دعا سے ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ فقیر کو پہلے لڑکے کے ختنہ کے موقع پر بلایا اور ہمشیرہ نے حضور باباجی صاحب کے لباس اور شکل کی پوری کیفیت سنائی۔ فقیر نے پوچھا کہ حضور کو تقریباً ۲۵ برس اس دنیا سے تشریف لے گئے ہوتے ہیں آپ کیسے درست نقش بتا رہی ہو جبکہ دیدار کا موقع نصیب نہیں ہوا۔ اس نے کہا کہ ایک دفعہ خواب میں شرف زیارت حاصل ہوا۔ کچھ رقم اور کھانا عطا فرمایا میں نے سبزی پیش کی۔ میں انعام واپس کرنا چاہتی تھی کہ کسی نے کہا کہ تبرک ہے۔ اس لیے واپس نہ کیا۔ فقیر نے کہا کہ مشہور ہے قدم درویشاں رد بالا۔ فرزند بھی اللہ تعالٰے نے مرحمت فرمائے اور روزی بھی فراخ ہو گئی۔ ان پاک ہستیوں کا فیض اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی بدستور قائم رہتا ہے۔

مرید کے مال کی حفاظت:-

حضور باباجی صاحب کا ایک غلام موضع کیتال میں مخلص ملا روشن تھا۔ مویشیوں کو بیماری شروع ہو گئی اور ملا کے دو عمدہ بیل بیمار ہو گئے۔ علاج معالجہ کرتا رہا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ رات کو بحالت ناامیدی چھری پاس رکھ کر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت صاحب تشریف لائے۔ ملا نے قدم بوسی کی۔ عرض کیا کہ حضور گاؤں میں ہی تشریف رکھتے۔ غلام وہاں ہی حاضر ہو جاتا۔ ارشاد ہوا کہ مال بیمار ہے۔ ملا نے عرض کی کہ حضور یہاں قیام فرمائیں گے یا گاؤں میں۔ گاؤں میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ ملا کو بیلوں کے پاس رہنے کا ارشاد ہوا۔ بیل بالکل تندرست تھے۔ چارہ ڈال کر بیٹے کو بیدار کیا کہ تم جاگو اور میں گاؤں حضرت صاحب کی خدمت میں جاتا ہوں۔ وہ کہنے لگا

کہ میں نے ابھی خواب میں حضور کی زیارت کی ہے۔ گھر آکر ملا صاحب نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضور تشریف لائے تھے مگر ارشاد ہوا کہ باہر ڈھوک میں بیلوں کے پاس جائیں گے دوبارہ واپس تشریف نہیں لائے ملا مسجد میں گیا کہ حضور وہاں ہوں گے۔ مگر آپ مسجد میں موجود نہ تھے پھر گھر آکر دربار شریف کی طرف چل پڑا۔ حاضر خدمت ہوا۔ تو حضور انور نے مال کی خیریت پوچھی۔ عرض کیا کہ اپنے مال کی خبر آقا کو ہوتی ہے۔ حضور کی شفقت سے بالکل خیریت ہے۔

بڑھاپے میں اولاد نرینہ

قبلہ بابا جی صاحب موضع لونکی ضلع گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ درویش بھی ہمراہ تھے۔ مگر عرض معروض کرنے پر حافظ مہرالدین صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی صوبیدار رحیم کی سفارش کی کہ اب صوبیدار صاحب سن رسیدہ ہو گئے ہیں مگر کوئی فرزند نہیں بابا جی صاحب کی خدمت میں عرض کرو۔ حافظ صاحب نے یہ ہمراہی حسن معاً عرض خدمت کر دی آپ نے تعویذ عنایت فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عنایت فرمائیگا۔ اس کا نام عبداللطیف رکھنا۔ سال کے بعد پھر اسی موضع میں تشریف لے گئے عبداللطیف کو پیش کیا گیا۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ آپ کا عبداللطیف سلام کو حاضر ہے۔ حضور بہت خوش ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا۔ ہور ہوسی۔ ہور ہوسی دو اور لڑکے ہوئے۔ دوسرے لڑکے کا نام محمد شریف۔ عبداللطیف فقیر نے خود دیکھا اور اس نے کرامت خود سنائی۔

دعا سے ڈوبتے کو بچانا۔

قبلہ بابا جی صاحبؒ اور صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب سکنہ باؤلی شریف دریائے جہلم کو عبور کرنے کے لئے کشتی میں سوار تھے۔ حافظ مہرالدین صاحب بھی ہمراہ تھے جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو حافظ صاحب کے منہ سے نکلا کہ پانی کس قدر گہرا ہوگا۔ صاحبزادہ بڑے خوش مزاج مرد تھے فرمایا کہ دریا میں کود کر اندازہ کر لو۔ حافظ صاحب نے فوراً دریا میں چھلانگ لگائی تیرنا بھی نہ جانتے تھے اور عین منجدھار میں جا پڑے۔ حضور بابا جی صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادہ آدمی غرق ہوسی کے نال ہوسی۔ عرض کیا کہ حضور کے دیکھتے ہوئے غرق ہوتا ہے تو پھر کنارے پر بھی سلامتی محال ہے یہ سن کر آپ خاموش رہے۔ کشتی کنارے

پر جانے سے پہلے حافظ صاحب کنارے پر پہنچ گئے۔

"چہ باک از موج بحراں را کہ باشد نوح کشتی باں

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جب حافظ صاحب دریا میں کود پڑے تو پانی نے ان کے گرد حلقہ کر لیا پھر ایک ہی دفعہ کسی نے پکڑ کر کنارے پر پہنچا دیا۔ سبحان اللہ یہ پیر کامل اور مرید مخلص کی نادر مثال ہے۔

گستاخ کا دریا میں ڈوب مرنا:۔ حضرت صاحب ضلع جہلم میں تبلیغ اسلام فرما رہے تھے ایک گاؤں میں قیام تھا کہ صاحبزادہ صاحب باؤلی والے اور مولوی محمد یوسف صاحب تھانہ بوکی والوں میں ایک مسئلہ کی تحقیق شروع ہوئی۔ مولوی محمد یوسف صاحب کا گھر نزدیک تھا دوسرے روز کتابیں لے کر صاحبزادہ کے پاس آئے۔ دراصل بات یہ تھی کہ مولوی صاحب اس مسئلہ میں راستی پر تھے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک ملا آدمی تھا۔ جب سے بابا جی صاحب سے نسبت غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ علاقے بھر میں مفتی مشہور ہوا۔ اور علمی مباحثوں میں کامیاب ہوا کرتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت مسجد میں تشریف نہ رکھتے تھے اور حضرت بابا جی صاحب رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب سے مسجد میں ذکر ہوا کہ درست مسئلہ کیا ہے۔ مولوی محمد یوسف نے کہا کہ اس مسئلے کی صاحبزادہ صاحب کو خبر نہیں۔ یہ سن کر صاحبزادہ صاحب کے مرید نے مولوی صاحب کو ایک سوٹا مارا۔ حضور بابا جی صاحب بھی تشریف لے آئے فرمایا۔ غرق ہووے۔ فقیر سے بھی شرم نہ کی۔ دو عالم مسئلہ کی تحقیق کرتے تھے۔ خدا کی رحمت تھی تجھے اس میں کیا۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ جاہل تھا۔ میں تو حضور کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑی پر زین ڈالو اور تیاری کا ارادہ کیا جن کے ہاں دعوت تھی وہ روتا ہوا آیا اور اس کے گھر کے تمام افراد بھی ہمراہ تھے کہ ہم نے کھانا تیار کیا ہوا ہے اگر اتنا کھانا یونہی رہ گیا تو ہماری بڑی بے نصیبی ہے آپ نے اس کی زاری دیکھ کر منظور فرمایا کھانا

کھاکر اسی روز اگلے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ صاحب اس شخص پر بہت ناراض ہوئے کہ ہم پیر بھائی تھے تو نے یہ گستاخی کیوں کی۔ وہ شخص گھر چلا گیا اور جاتے ہی نچوال کے قریب دریائے جہلم کی ایک شاخ میں نہانے لگا تیراک تھا مگر جونہی غوطہ لگایا پھر سر نہ نکالا اور قیامت کو ہی برآمد ہوگا۔ یہ ہے قہر درویش۔

امیر ملتؒ کی توقیر میں کمی پر فہمائش

مولوی علم دین سکنہ گیگی ضلع گجرات کا باشندہ حضور کی خدمت میں بوجہ قرب بڑے مرتبہ پر پہنچا۔ حضرت قبلہ عالم اور ہر دو شاہ صاحبان علی پوری اور دیگر خلفاء بڑی عزت کیا کرتے تھے مگر وہ گستاخ زیادہ ہوگیا۔ حضور حضرت شاہ صاحب علی پوری لفظ حاجی صاحب سے یاد فرمایا کرتے، مگر مولوی علم دین آپ کو جماعت علی کے الفاظ سے بلایا کرتا تھا۔ آپ منع فرمایا کرتے آخر جب اس کی گستاخیوں اور بے راہ رویوں کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو حضور قبلہ عالم کے پاس اس کی شکایت ہوئی کہ علم دین حضور کی گھوڑی پر جو اُس کے پاس ہے سوار ہوتا ہے آپ نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ پھر عرض ہوئی کہ اس نے آپ کی مرضی کے بغیر فروخت کردی ہے۔ حضور نے ایک شخص محمد دین کو بھیجا کہ اُسے کہو گھوڑی واپس کرے۔ مگر اُس نے پرواہ نہ کی جس شخص کے پاس گھوڑی فروخت ہوئی تھی۔ جب اُسے معلوم ہوا تو اس نے گھوڑی واپس کردی اور علم دین جس کا سارا وزیر آباد مرید تھا اور نہایت عزت تھی حضور کی ناراضگی دیکھ کر سب برگشتہ ہوگئے۔ اور آج تک ذلیل رہا حضور کچھ دنوں کے بعد رحلت فرماگئے تھے اور ایک تحریر اس کے متعلق اپنے وظائف کی کتب میں چھوڑ گئے۔ جس میں لئے عاق ظاہر فرمایا۔ اس شخص کی حالت قابل عبرت تھی۔ عورت تک جواب دے گئی تھی۔ گھر ویران ہوگیا۔

بمصداق "بے ادب محروم ماند از فضل رب"

حضرت عمرؓ نے ایک لڑائی میں ایک قریبی کا سر بخدمت سرکار مدنی پیش کیا۔ ارشاد ہوا کہ یہ تمہارا قریبی تھا۔ عرض کیا۔ اسی لئے سر پیش خدمت کردیا ہے کہ حضور کا دشمن تھا۔

امیر ملتؒ کی حاضر خدمت ہونے کی اشارت (خربوزوں میں حصہ) (۱۸)

حافظ جماعت علی شاہ صاحب علی پوری نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ دربار اپنے بابا جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گھر سے لال رنگ کا خربوزہ لائے۔ جب کھایا تو بہت میٹھا تھا۔

عرض کیا بہت مزیدار ہے۔ ہمارے اس قدر خربوزے میٹھے نہیں ہوتے۔ بابا جی نے فرمایا۔ اسی واسطے بارہ چودہ میل سے ایک مخلص آدمی بیل لاد کر اپنے خربوزے دربار میں تحفہ لایا تھا۔ سب کو تقسیم ہوئے۔ تیری والدہ نے کہا کہ حافظ صاحب ہمارے گھر کا آدمی نہیں، اس کا حصہ بھی رکھیں۔

حافظ جی صاحب علی پوریؒ نے فرمایا۔ اول یہ فخر حاصل رہا کہ غلام کو گھر کا فرد اور حصہ میں شامل فرمایا۔ دوم۔ پرسوں تو میں علی پور سے روانہ بھی نہ ہوا تھا ان کو علم ہو گیا۔ کہ حافظ جی آئیں گے۔ علم غیب اور کیا ہے؟ پھر مسلمانوں کو رسالت مآبؐ کے علم غیب پر شک کیوں ہے؟ یہ تو ان کے غلاموں کو بھی ہے عموماً جب حافظ صاحب علم پر کچھ فرماتے، تو یہ کرامت بھی بیان کرتے۔

امیر ملت کے وسعت سلسلہ کے متعلق پیشنگوئی: (۱۹) حضرت بابا صاحب

پنجاب سے دربار شریف لائے تو جملہ حلقہ بگوشان اسلام حاضر ہوئے۔ حضرت نانا صاحب جو حضور کے برادر خورد اور فقیر کے نانا بزرگ تھے۔ حالات سفر دریافت فرما کر عرض کیا کہ سنا ہے اس دفعہ ایک سید کو آپ نے اجازت دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ درست ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ تصوف کے حالات آپ پر آشکارا ہیں، ہر شخص اس کا اہل نہیں ہے۔ ارشاد ہوا کہ وہ بوجھ اٹھا لے گا۔ فیصلہ نانا صاحب نے فریاد دیا۔ فرمایا کہ ہادی نا مدار صاحب تیراہ کی پہاڑیوں میں بارہ سال ریاضت

کرتے رہے۔ پھر حضور قبلہ نور محمد صاحب جیسی بزرگ ہستی نے مستفید فرمایا۔
سیّد اس سے اچھا ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور اپنے وقت میں اور کوئی
ہم پلہ نہ ہوگا۔" اور بہت خوبیاں فرمائیں۔ حالات شاہد ہیں۔ سیّد سے مراد
حافظ سیّد جماعت علی شاہ صاحب علی پوری ہیں۔

ایک دفعہ شاہ صاحب دربار شریف تشریف لائے۔ طبیعت ناساز تھی۔ حضرت
قبلہ مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ حاجی لوٹا حضوری غلام ہے، اسے کہہ دیں کہ آپ
کی طبیعت کے موافق کھانا تیار کرے۔ حضرت شاہ صاحب نے بحضور مائی صاحبہ
عرض کیا کہ اچھا ہونے کے لئے آیا ہوں، فرمایا تبرک کھاؤ تکلیف جاتی رہے گی۔ لوگ
کھانا کھلاتے ہیں مگر کام بہت لیتے ہیں۔ یہ ہمارے باباجی صاحب کا گھر ہے۔ آرام
کریں بعد آرام پھر تبلیغ کو کمربستہ ہو جائیں۔ حافظ صاحب کو جلدی آرام آ گیا۔

مسجد کی چھت گرنے کا قبل از وقت علم

(۲۰) حضرت باباجی صاحب علاقہ گھیبی موضع بن میں جو کہ چورہ شریف
سے ۱۲ کوس مشرق کو ہے، تشریف لے گئے، مسجد میں انبوہ کثیر تھا۔ آپ اچانک
اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ فوراً اشیاء باہر نکالو۔ کسی نے عرض کیا کہ
مجلس بہت پُر لطف تھی۔ فرمایا باتیں پھر کریں گے۔ سامان باہر نکالو۔ آپ مسجد
کے اندر ٹھہرے رہے۔ سامان نکل چکا تو آپ باہر تشریف لائے۔ مسجد کی چھت
فوراً گر پڑی۔ لوگ حیران رہ گئے۔ یہ موقع دیکھنے والے اب تک موجود ہیں۔

باباجی کا فیض:-

حضور کا ایک غلام ساربان تھا، جو باباجی ساڑی والے، کے نام سے، مشہور تھا آپ
کی سیاہ ٹوپی تھی۔ ایک روز خلفاء اکٹھے ہم مجلس ہوئے۔ ایک دوسرے سے
دریافت کرنے لگے کہ تم نفس کو کیا تنبیہ کرتے ہو۔ سب نے حالات بیان کئے۔
باباجی کے ساربان کی باری آئی۔ فرمایا کہ میں ان پڑھ ہوں۔ حضور کی توجہ

سے یار قند کے بادشاہ تک مرید ہو گئے ہیں۔ نفس کو یہ تنبیہہ کرتا ہوں کہ یہ فیض حضرت بابا جی صاحب کا ہے۔ ورنہ تیری حیثیت وہی ہے کہ بھورا۔ سوٹا اور اونٹ۔ اگر بابا جی صاحب کا پاس ادب نہ رکھا۔ اور خود بابا جی بن بیٹھا۔ تو پھر اونٹوں کے ساتھ خراب ہوگا۔ میں نے بھی ان کی زیارت کی ہے مرد کامل تھے۔

قبل از وقت امیر ملتؒ کو تعویذ مرگی عطا کرنا

(۲۲) حافظ شاہ صاحب علیپوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دربار میں حاضر ہوئے۔ حضور باباجی صاحب نے فرمایا کہ تعویذ نقل (مرگی) کر لو۔ تعویذات کی کتاب سے نقل کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کام آئے گا۔ جب علی پور آئے تو دوروز سے ایک شخص منتظر تھا۔ اور اسی قسم کے تعویذ کی اسے ضرورت تھی۔

مرضی کی شادی کرانا

(۲۳) حضور کی خدمت میں چند خلفاء حاضر تھے اور سفر میں یہ دستور تھا کہ جس خلیفہ کے علاقہ میں دورہ ہوتا تھا وہی اس علاقے میں مشیر اور سفارشی ہوتا تھا۔ آپ جس علاقے میں تھے وہ شاہ صاحب ثانی کا تھا۔ ایک شخص نے عرض کی۔ شاہ صاحب اسے آپ کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کی کہ اس لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی۔ اب وہ لڑکی کی شادی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ غریب ہے اور کچھ کم وبیش خرچ بھی کر چکے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ کہ یہ بھی اس روز برات لے جائے۔ شاہ صاحب نے خیال کیا کہ ہمارے رسم و رواج سے حضور واقف نہیں ہیں۔ وہی ذکر پھر وضاحت سے دہرایا کہ ایک اور جگہ سے برات آئے گی۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ یہ بھی برات لے جائے۔ اس نے گھر جا کر کہا۔ مگر کہنے لگے کہ آگے تھوڑی بے عزتی ہوئی ہے برات کس طرح لے جاویں۔ تاریخ مقررہ کو وہ لڑکا خود چلا گیا۔ وہاں شادی کی دھوم دھام تھی۔ یہ بھی ایک جگہ سو رہا۔ صبح کسی بات پر جھگڑا ہو گیا لڑکی کے باپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ پہلا لڑکا بھی آیا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو لڑکی کا رشتہ اسی کو دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور وہ برات خالی واپس چلی گئی۔ حضور انور بھی اسی علاقے میں تشریف فرما تھے۔

وہ مٹھائی لے کر حاضر ہوا۔ سب حال عرض کیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے جو ارشاد فرمایا وہ پورا ہو گیا۔ یہ موضع لانہ کا واقعہ ہے

حسبِ منشا شادی کرانا

حضور بابا جی صاحب کوٹلی لوہاراں تشریف لے گئے تھے۔ حافظ مہر دین صاحب نے ایک نمبردار پیر بھائی کی سفارش فرمائی۔ کہ اس کی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ گھر کی بربادی سے تنگ ہے۔ اس کے سسرال میں اس کی سالی ہے مگر نا چاقی ہو گئی ہے اور وہ نہیں مانتے۔ ارشاد فرمایا: کہ امام مسجد کو گھر لے آنا اور دو گواہ بھی تجویز کر کے رکھنا۔ رات کو لڑکی آئے گی۔ امام کو اندر سے لا کر گواہوں کے روبرو نکاح کر لینا۔ اور حضورؒ حافظ صاحب کے بازو کو پکڑ کر ارشاد فرماتے تھے۔ حافظ صاحب مخلص غلام تھے۔ عرض کرنے لگے۔ کہ حضورؒ اس طرح (نمبردار کا بازو پکڑ کر) لے آوے۔ فرمایا ہاں۔ پھر اس سے نذرانہ کیا لیں۔ ارشاد ہوا صبح دو گھوڑیاں تیار رکھے۔ ایک میرے لئے اور دوسری فتح دین صاحب کے لئے کہ ہم بوڑھے ہیں اور ہمیں سیال کوٹ پہنچا دے۔ کہہ کر چلا گیا۔ رات کو لڑکی آئی اور کہنے لگی کہ اتنا فساد برپا ہے۔ امام کو لاؤ۔ اور نکاح کر لو۔ ایسا ہی کیا۔ اور صبح دو گھوڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ اور تمام ماجرا عرض کیا۔

دینی حمیت۔ سادھو کا اسلام لانا

بابا جی صاحب سفر پنجاب فرما رہے تھے کہ ایک گاؤں میں بوقت روانگی بہت آدمی آ گئے ان کے سوال منظور کرنے میں دیر ہو گئی۔ راستے میں دھوپ زیادہ ہو گئی۔ راستے میں ایک بڑا درخت تھا۔ ارشاد ہوا کہ دوپہر اسی جگہ گزارتے ہیں۔ حضور کے لئے کپڑے بچھا دیئے گئے۔ اور گھوڑی باندھ دی۔ وہاں ایک سادھو مقیم تھا۔ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میاں ایک سادھو کا ڈیرہ ہے۔ اگر آپ بھی اس جگہ قیام کرنا چاہتے ہیں تو کچھ کرامت دکھائیں۔ بابا جی صاحب نے فرمایا کہ کرامت کچھ نہیں رکھتے۔ تم دکھاؤ۔ وہاں ایک پتھر پڑا ہوا تھا۔ سادھو نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ سے ہل گیا۔ حضور اس پتھر کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اور زبان

مبارک سے تین دفعہ اللہ۔ اللہ۔ اللہ کہا۔ پتھر کبھی اوپر جاتا تھا۔ کبھی نیچے آتا تھا۔ اور ہر دفعہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپ واپس اپنی جگہ پر تشریف لاتے۔ وہ سادھو بہت شرمندہ ہوا کہنے لگا باباجی آرام فرمائیں۔ درویشوں میں شغل بن گیا۔ علیحدہ علیحدہ بیٹھ گئے۔ سب میں سرفراز دانا عالم شاہ صاحب علی پوری تھے۔ سب نے بطور دل لگی شاہ صاحب سے کہا کہ آپ جیسے سادے بھولے مسلمان کو باباجی نے ٹھگی اور روٹی کا بہانہ بنالیا آپنے بڑی خوشی سے فرمایا۔ ہاں اچھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ باباجی نے اگر ٹھگ لیا، تو ملک پھر خالی نہ رہے گا۔ اور ہم ہی پیر ہوں گے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اور بھی میرے جیسے سادے ابھی باقی ہیں۔ شاہ صاحب کو اور یاران طریقت کو اس بات میں فخر تھا۔ تین لولیاں شاہ پدراں لگن ہیاں۔ وچ گنج نہ ہوسی۔ فقیر دالا بہانہ بنا کے سارے مسلماناں نوں ٹھگ ساں۔ ٹکر دا بہانہ بنایا ہوسی۔ توں ویکھسی اس سادھو کو جھٹکا لگے گا اور پتھر کو اشارہ کر دیا۔ وہ سادھو کے جا کر لگا۔

کنوئیں سے پانی کا جاری ہونا

(۲۷) ڈھوک گرجہ راولپنڈی سے قریب تین چار کوس کے فاصلے پر ہے۔ ایک شخص مسمی پیر بخش نے قلت پانی کی وجہ سے رفاہ عامہ کے لئے کنواں لگوایا۔ زمین بھی فروخت کی مگر پانی نہ نکلا حضور راولپنڈی تشریف لائے۔ اس نے عرض کی۔ ارشاد ہوا۔ پانی آجائے گا۔ اس کے سنبھالنے کی تجویز کرو۔ جب واپس گھر آیا۔ تو پوتے سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگا بابا کنوئیں میں پانی آگیا۔ خفا ہو کر کہنے لگا۔ لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں اب تو بھی کرنے لگا۔ اس نے کہا نہیں۔ واقعی پانی ہے۔ خوش ہوا کہ حضورؒ سے دعا کرائی تھی۔ پانی آگیا ہوگا۔ سب لوگ اکٹھے ہو کر آئے۔ آخر کار تھوڑے دنوں تک پانی سے کنواں بھر گیا۔ اور چھوٹی چھوٹی لکڑیاں برآمد ہوا کرتی تھیں۔ کسی پہاڑی علاقے کا پانی معلوم ہوتا تھا۔ اسی مقام اور زمین میں اور کنوئیں کھودے گئے اور پانی کی تکلیف سے رہائی ہوئی۔

O

مُرید کو جلد واپس لوٹانا، بیٹے کے جنازے میں شرکت :-

ولیا، نامی سکنہ راول بالا ضلع جہلم اپنی بیوی کے ہمراہ دربار شریف باباجی صاحب رح کی خدمت میں اس ارادہ پر حاضر ہوا۔ کہ دربار شریف چند یوم ٹھہریں گے۔ گاڑی کا راستہ نہ تھا۔ پیدل ۲۵ میل چل کر آئے۔ مائی کے پاؤں پر چھالے پڑ گئے۔ صرف ایک دن ٹھہرے تھے۔ تھکان بھی نہ اتری تھی، کہ حضور صبح کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے۔ ارشاد ہوا کہ انہیں تازہ روٹی پکا دو۔ یہ روانہ ہو دیں۔ روٹی دی گئی۔ مگر ولیا کی بیوی کو بہت افسوس تھا۔ کہ اتنی دُور سے پیدل آئے اور میرے خاوند نے اتنی جلدی رخصت طلب کر لی۔ رخصت دی گئی۔ راستے میں بیوی نے کہا کہ اتنی جلدی واپس جانا تھا تو مجھے کیوں اتنے سفر کی تکلیف دی۔ ولیا نے کہا کہ میں نے رخصت طلب نہ کی تھی۔ حضور رح نے اپنی مرضی سے نماز پڑھ کر اجازت فرما دی ہے۔ ولیا نے کہا کہ جہاں ہزارہا آدمی کھا رہے ہیں ہمارے لئے کوئی کمی نہ تھی۔ کوئی راز ہے۔ ولیا کہتا ہے کہ واپسی کے وقت جلدی سفر طے ہوا۔ رات راستے میں ٹھہرا اور صبح منگوال آئے۔ آکر پوچھا کہ مرد کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا فلاں چودھری کی شادی ہے وہاں گئے ہیں۔ وہاں اس کا ہونا لازمی ہے۔ بیوی نے کہا ایک راز تو یہ ہے۔ دوسرا شاید اور کیا ہے۔ جب گھر پہنچے تو سنا کہ تیرا بیٹا منوال چودھری کے کام گیا تھا۔ راستے میں ایک کھائی میں گر گیا۔ لوگ اٹھانے کے لئے گئے ہیں۔ اولیا اور اس کی بیوی راستے میں ملے۔ لڑکا مر گیا تھا۔ بیوی سے کہنے لگا کہ اب اگر دوبارہ خبر جاتی۔ تو ہم کس طرح یہاں پہنچ سکتے تھے۔ اور جنازہ اور منہ دیکھنے سے محروم رہتے۔

توجہ کا اثر

(۲۸) فقیر کو پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مسجد میں قیام کیا۔ صاحبزادہ مولوی احمد علی صاحب اور فقیر صحن میں کھڑے تھے۔ صحن میں کنواں تھا۔ صاحبزادہ صاحب احمد علی کہنے لگے کہ ایک دفعہ حضور باباجی صاحب رح

تشریف لائے ۔ مسجد ہذا میں ہی قیام تھا۔ نماز عشاء کے بعد توجہ شروع ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب احمد علی فرماتے ہیں۔ کہ میں بیعت نہیں ہوا تھا۔ توجہ کا حال دیکھ رہا تھا جب حضور نے منہ سے اللہ فرمایا۔ مسجد گونج اٹھی۔ ایک نائی یار تھا۔ وہ مسجد کی دیوار سے باہر گلی میں جا پڑا۔ دیوار قد آدم سے زیادہ ہے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر مسجد کے اندر آیا۔ پھر کنوئیں میں جا پڑا۔ پھر خود بخود باہر آ گیا۔ یونہی اس کا حال تمام عرصہ توجہ میں رہا۔ میں نے سمجھا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں گی۔ مگر وہ بالکل تندرست اور خوش تھا۔ سبحان اللہ یہ بھی عجیب کیفیت ہے۔

مرید کو گناہ سے بچانا

مسمی نور محمد لوہار سکنہ ڈھاک جو دربار شریف کے متصل ہے حضور سے بہت ارادت رکھتا تھا، خدا پرست اور خوبصورت تھا۔ دوسرا بھائی غلام محمد ترکھانہ کام کرتا تھا۔ اور نور محمد زمیندار ی کرتا تھا۔ ایک عورت اس کے پاس کسی نہ کسی بہانے آیا کرتی تھی۔ ایک دن کھیت سے آرہا کہ اس عورت نے بلایا اور کہا کہ رونا نہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے تمہارے پاس آتی ہوں مگر تو میری طرف خیال نہیں کرتا۔ اگر میری بات نہ مانے گا تو تجھ پر الزام لگا دوں گی اور گھر میں جا کر شکایت کروں گی۔ نور محمد ڈرا اور مان گیا۔ ایک دن نماز عشاء کے بعد کوئی جگہ مقرر کی، کہ فلاں جگہ ملیں گے۔ نور محمد حسب وعدہ گیا۔ جب عورت کے پاس گیا تو اس کے منہ پر زور سے طمانچہ لگا۔ کہ لقوہ ہو گیا۔ عورت بھاگ گئی۔ گھر والے لقوے کا علاج کرتے رہے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آخر کار دربار سے جانے کی تجویز ہوئی۔ وہ کہنے لگا کہ حضرت ملا صاحب کی خدمت میں لے چلو۔ وہ دوائی بھی دیتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دوائی بنائی۔ پھر غلام محمد نے کہا کہ بابا جی سے ملاقات کرتے جاویں، مجبور ہو کر اسے بھی جانا پڑا۔ سب حال عرض کیا۔ آپ نے ہلکا سا تھپڑ لگایا، تو منہ سیدھا ہو گیا ارشاد ہوا پھر عشاء کی نماز بے وقت مت پڑھنا۔ سبحان اللہ کامل پیر کی یہی برکات ہیں۔

لعاب دہن سے کھاری پانی کا میٹھا ہونا

(۳۰) حضرت باباجی صاحب۔ ایک دفعہ علی پور ضلع سیالکوٹ میں تشریف لائے۔ ہر دو شاہ صاحب علی پوری ہمراہ تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کنواں لگوایا تھا مگر پانی کھاری نکلا۔ حضور کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ لعاب مبارک کنوئیں میں ڈالی اور دعا فرمائی۔ اس روز سے آج تک پانی میٹھا ہے۔

مرید کی صحت یابی

(۳۱) حضور باباجی صاحب امرتسر رونق افروز تھے۔ کہ مولوی غلام نبی صاحب مرحوم سکنہ چک قریشیاں کی معرفت ایک شخص نے عرض کی کہ میرا ایک لڑکا بیمار ہے، بہت علاج کیا ہے مگر مرض بڑھتا گیا۔ ارشاد فرمایا۔ لڑکا لے آؤ۔ عرض کی حضور سخت بیمار ہے۔ آنے کے قابل نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا۔ ہم خود چلتے ہیں۔ آپ تانگہ پر تشریف لے گئے مکان کی اوپر کی منزل پر لڑکا تھا۔ حضور نے وہاں جاکر دم فرمایا۔ واپسی کے وقت باباجی نے فرمایا کہ اس شخص کو مرنے کا خیال نہیں ہے اتنا اونچا مکان بنایا ہے۔ عرض کیا حضور یہ دنیا دار لوگ ہیں۔ مزا تو ان کے دل میں بستا ہے جو خار و خس میں بستے ہیں حضور انور ایسے ہی مکان میں رہائش رکھتے تھے۔ اور ارشاد ہوا کرتا تھا کہ دنیا ہمیشہ رہنے کا مکان نہیں ہے۔ لڑکا صحت یاب ہوگیا۔

لڑکے کی صحت یابی

(۳۲) حضور ایک دفعہ مرچال تشریف لے گئے۔ مسجد میں قیام تھا۔ مسجد میں اس وقت مستری میاں محمد موجود تھا۔ آپ نے اس سے خیریت پوچھی۔ عرض کیا لڑکا لقوہ سے بیمار ہے۔ ارشاد ہوا کہ جنگلی کبوتر کا شوربا پلاؤ۔ عرض کیا کہ ہمارے ہاں جنگلی کبوتر نہیں ہوتے۔ جب گھر گیا تو کبوتر خود بخود گھر آگیا۔ اسے پکڑ کر ذبح کر لیا۔ اور لڑکا تندرست ہوگیا۔

بیوی کی بشارت

(۳۳) مستری میاں محمد سے حضور کی بڑی محبت تھی اور مستری نہایت مخلص غلام تھا۔ دربار شریف حاضر ہوا۔

رخصت کے وقت ارشاد ہوا کہ پرسوں تک آئیں گے۔ عرض کی نہ حضور۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیوں۔ عرض کیا۔ حضورؒ کی غلامی فرصت ہو گئی ہے۔ میں درویشوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا زیارت کروں گا۔ ارشاد ہوا اگر پکانے والی آ جائے۔ مستری نے عرض کیا پھر بسم اللہ مبارک ہے۔ حضور مقررہ دن پر تشریف لے گئے۔ مستری کا نکاح ایک دن پہلے ہو گیا تھا۔ آپ معلوم کر کے بہت خوش ہوئے۔

بابو محمد حسین قصوریؒ کے لئے فرمان اور اس کا اثر

مولانا مولوی محمد حسین صاحب قصوری بہت بزرگ تھے۔ انگریزی میں بی اے تھے۔ ایک دن میں نے کہا کہ بی۔ اے اور فقر دو متضاد باتوں کا اجتماع ہے۔ فرمانے لگے۔ فقیر تو کوئی نہیں۔ لوگوں کا حسنِ ظن ہے۔ مرشد کی دعا سے فقیر بنا ہوا ہوں۔ بہت اصرار کے بعد فرمایا۔ کہ حافظ شاہ صاحب علی پوری کے غلاموں سے ہوں۔ ایک دفعہ آپ کے ہمراہ چورہ شریف حضور باباجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ محمد حسین حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا ہو گا۔ پھر دوسری دفعہ قدم بوسی کی۔ شاہ صاحب نے پھر سفارش فرمائی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی حسنِ اتفاق ہوا کہ شاہ صاحب کی معیت میں زیارت ہوئی۔ آپ نے پھر سفارش فرمائی ارشاد ہوا۔ شاہ صاحب فکر نہ کرو فقیر ہو ہی۔ بس اسی ارشاد سے انگریزی کی لو جاتی رہی۔ اور خاک کی لو آنے لگی۔ درویشوں کی صحبت میں لذت محسوس ہونے لگی۔ مولانا فرمانے لگے۔ کہ میرے ہم جماعت کہتے ہیں کہ تم نے بی اے کی قدر گنوا دی۔ فقیروں کی صورت بنالی۔ وہ ناواقف ہیں۔ درویشی نہایت اعلیٰ شے ہے۔ سینکڑوں انگریزی خواں مولانا کی حلقہ غلامی میں داخل ہیں۔ یہ اسی درویشانہ کلام کی تاثیر ہے۔

مرید کے والد کی موت کی خبر

(حضرت قبلہ ام سجادہ نشین نے مقرب خاں کو مصریاں سے باباجی صاحبؒ کی خدمت

میں کچھ اشیاء دے کر روانہ کیا۔ پیش کرنے کے بعد رخصت چاہی۔ ارشاد ہوا۔ سیدھے گھر چلے جاؤ۔ مقرب خاں نے عرض کیا۔ کہ حضرت استاد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مصریال جلدی واپس ہونا۔ ارشاد ہوا کہ گھر سے ہو کر مصریال جانا۔ مقرب خاں بھر پور ضلع جہلم کا باشندہ تھا۔ جب کچھ دن توقف کر کے مقرب خاں حضور مرشدنا کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ عرض کیا کہ حضور باباجی صاحب نے گھر جانے کی تاکید فرمائی تھی۔ بہ تعمیل ارشاد گھر گیا تو جب گھر کے قریب پہنچا تو پانی بھرنے کو ایک عورت چشمہ کے قریب آرہی تھی دریافت کرنے لگی کہ خبر ہوگئی آرہے ہو۔ اور مجھ سے کہا کہ تیرا والد فوت ہوگیا ہے۔ تجہیز و تکفین کی تیاری ہو رہی ہے۔ شامل جنازہ ہوگیا۔ خیال آیا۔ باباجی صاحب رح نے کیا صحیح بر موقع بھیجا۔

چوں گرفتی پیرہن تسلیم شو ہم چوں موسیٰؑ زیر حکم خضر رو

اب فارغ ہو کر مصریال قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا یہ حال ہے۔ ستر اسی کوس کے حالات کشف سے معلوم کر لئے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی کیا انتہا ہے۔

آپ کے عطا کردہ روپیہ کی برکت

(۳۶) حضرت پھوپھی صاحبہ خرد نے بیان فرمایا کہ ایک روز حضور باباصاحب خواب میں گفتگو فرماتے رہے۔ دوران کلام ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ خرچ کی تمہیں تکلیف ہے۔ یہ لو روپیہ اسے خرچ نہ کرنا۔ جناب پھوپھی صاحبہ فرماتی ہیں کہ جب صبح اٹھی تو مٹھی میں روپیہ تھا۔ نہایت سفید۔ اس کے بعد مجھے خرچ کی تنگی نہ ہوئی۔ یہ ہے تبرک کا اثر۔

مرید کو وسعت علمی سے نوازنا

() اخی مولوی احمد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جناب حضرت ملا صاحب رح کا بیان

قاصد تھا۔ جب کبھی جناب باباجی صاحبؒ کی خدمت میں کوئی پیغام ارسال کرنا ہوتا تو مجھے روانہ کر دیتے۔ عموماً یہ پیغام دعوت کے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ پیغام دعوت لے کر حاضر ہوا۔ تو باباجی صاحب بعد نماز ظہر تلاوت فرما رہے تھے۔ بعد فراغت سلام کیا۔ اور عرض کی کہ آج رات کا کھانا دربار کلاں میں تناول فرمائیں فرمایا کہ تم ہمیشہ پیغام لے کر آ جاتے ہو۔ آج اس شرط پر جائیں گے کہ تم گھوڑی بن جاؤ۔ ورنہ میں ضعیف آدمی بہت مشکل سے جاؤں گا۔ بوجہ کم فہمی عرض کیا کہ حضرت میں گھوڑا تو نہیں بنوں گا۔ حضور کچھ دل لگی فرماتے رہے اور میرے ہمراہ دربار شریف چل پڑے۔ جب نصف راستہ طے ہوا تو سخت جھگڑا ہو گیا۔ حضور ضعیف العمر نازک وجود تھے۔ آندھی سے ادھر ادھر جھک جاتے تھے، بیٹھ گئے۔ برادرم حاجی مولانا احمد شاہ نے عرض کیا کہ کب تک بیٹھے رہیں گے۔ تشریف لائیے۔ آپ کو کندھے پر اٹھا لیتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ سترہ اٹھارہ سال کے نوجوان تھے باباجی صاحب کو آسانی سے اٹھا لیا۔ فرماتے: سبحان اللہ غوث زمانہ کو اٹھانے پر ہم اطبق نظر آئے۔ کمال لطف آیا۔ جب چند قدم چلے، تو آندھی بالکل بند ہو گئی۔ حضور اتر پڑے۔ جب دربار شریف حضرت حاجی صاحب سے ملے تو باباجی صاحب نے فرمایا۔ خوب گھوڑا ہے اور واقعہ بیان فرمایا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اسی لئے آندھی آئی تھی۔ فرمایا یہ تو قدرت خدا تھی۔ مگر قدرت خدا کو منظور تھا، گھوڑا بنا کر چھوڑا۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اسی کی برکت ہے کہ اتنے علم پر عبور ہوا۔ اور آج تک برکت کا اثر دیکھتا ہوں۔ مولوی احمد شاہ صاحب بلند پایہ بزرگ متقی ہوئے ہیں

بد کلامی پر سزا

جہاں باباجی صاحب کا مکان ہے وہاں اور مکان تعمیر ہونے لگا۔ تو آپ زمین کی رقم مالک کو دینے لگے، مگر اس نے زمین یونہی دے دی۔ مگر اس کی والدہ بدبخت نے حضور کی نسبت خلافِ ادب

الفاظ استعمال کئے۔ حضور نے سن کر ارشاد فرمایا۔ شرمسار ہوگی۔ کچھ مدت کے بعد عام لوگوں میں بدفعلی میں پکڑی گئی۔ نہایت شرمندہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا حضور کا ارشاد خالی نہ گیا۔ اس زبان بریدہ نے پھر گستاخانہ کلام کہی۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مخالف کو اس کے کلام کی سزا ضرور دیتا ہے۔

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر   غائبی وحاضری پس باخبر
گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اس بدکلامی کو سن کر ارشاد فرمایا۔ بدتر موت سے مرے۔ پستان پر پھوڑا نکلا۔ ڈاکٹر نے اپریشن کیا۔ پنڈی گھیپ میں نہایت خراب حالت میں مرگئی۔ اگر کوئی مثل ابوجہل ہے تو تصدیق بھی موجود ہے۔

باواجی سے عداوت کا انجام

حضور باباجی صاحب کے خاندان سے ایک شخص دلی عداوت رکھتا تھا۔ حضور کی خدمت میں بارہا شکایت ہوئی۔ آخر فرمان ہوا۔ دنیا سے نامراد جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ؏ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

کھانے میں برکت

ایک دفعہ پیر حافظ جماعت علی شاہ صاحب علیپوری نے رمضان شریف کھل علاقہ غیر میں گزارا۔ وہاں ہم بھی رمضان شریف گزارنے گئے ہوئے تھے۔ غلام نقشبند و افتخار وخان و فقیر وغیرہ اکٹھے ہوکر ایک دن شاہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ کہ غلام نقشبند۔ حضرت باباجی صاحب فقیر محمد کی کرامات سننے آیا ہے۔ فرمایا۔ جس قدر چاہیئے سنیئے۔ چشم دید واقعات بیان کروں گا۔ شاہ صاحب فرمانے والے تھے۔ اور ہم سننے والے۔ قصہ پُرلطف تھا شاہ صاحب نے فرمایا: امرتسر میں ڈیرہ تھا۔ فرمان ہوا کہ آج باواجی صاحب کا ختم ہے۔ کھانا تجویز کردو۔ ایک دیگ چاول کا بندوبست کر دیا۔ قرآن مجید تلاوت ختم وغیرہ شام تک ہوگیا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو سات سو آدمی جمع تھے۔ حافظ صاحب

فرمانے لگے۔ میں حیران ہوگیا چوں کہ بندوبست میرا تھا۔ آپ کی طرف سے کھلی اجازت
تھی۔ مگر اس وقت آدمی زیادہ نہ تھے، آکر خدمت میں عرض کیا کہ اب کیا کریں۔ نہ
اس وقت بازار سے اور نہ خود انتظام ہو سکتا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ تھوڑے چاول ختم
والے لاؤ۔ حاضر کر دیئے۔ باباجی نے پھونک مار کر دے دی اور فرمایا دیگ میں
ڈال دو۔ اوپر سے ڈھانک دو۔ بانٹو تقسیم کرو۔ موجب ارشاد کھلانے شروع
کر دیئے۔ جملہ لوگ کھا گئے۔ بعد میں باباجی اور ہم نے کھائے۔ چاول باقی تھے۔
حافظ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے ۷ سیر چاول علاوہ دیگر مصالحہ کے ڈالے
ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ پیران نمی پرانند مریدان مے پرانند۔ لیکن و لیکن مرید اور کہے
کون۔ فرمایا کہ یہ صرف چشم دید نہیں۔ خیرا ذاتی مشاہدہ ہے۔

استجابت دعا

(راقم) اسی وقت یہ کرامات بھی وہاں ہی فرمائی۔ کہ راولپنڈی
میں ہمیشہ حبیب اللہ جو خادم مسجد ہیں کے پاس ڈیرہ ہوتا
تھا۔ حالانکہ ہزارہا غلام موجود تھے۔ لیکن حبیب اللہ نہایت مخلص تھا۔
حضرت باباجی تشریف رکھتے تھے۔ حبیب اللہ آکر رو دیا کہ پانی دور ہے۔ اب بوڑھا
ہوگیا ہوں، لایا نہیں جاتا۔ آپ عرض سن کر اٹھے، باہر نکل کر فرمایا کہ اگر یہاں پانی ہو
جائے تو پھر۔ حبیب اللہ نے عرض کیا۔ کہ پھر تکلیف ہی کیا ہے۔ جب واپس آئے
تو وہاں نلکے لگے ہوئے تھے۔

فرمان بندگان خدا۔ فرمان حق ہوتا ہے: گفتہ او گفتہ اللہ بود
شاہ صاحب نے راولپنڈی کے سرمد فروش اور علی محمد بی اے کے تمام واقعات
بیان کئے۔ جو کہ تحریر ہو چکے ہیں۔

سکھ زائر کو بیٹے کی پیش گوئی

حضرت باباجی فقیر محمد صاحب ڈھوہڑہ
متصل علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ
تشریف لے گئے۔ گرمی کے دن تھے۔ آپ کا باہر کوٹھی پر ڈیرہ ہوا۔ دن کو آرام فرماتے

آپ کا ایک سکھ مرید سلام کو آیا۔ چونکہ آرام فرما تھے۔ وہ بھی چادر بچھا کر لیٹ گیا۔ جب آپ اُٹھے دیکھا تو سکھ سو رہا ہے۔ بوجہ دانت پورے نہ ہونے کے آنسو منہ پر گر رہے ہیں۔ اور بے تاب ہے۔

بابا جی نے دریافت فرمایا۔ سردار جی کیا ہوا؟ سکھ نے سلام کیا اور عرض کی کہ رو اس لئے رہا ہوں کہ اگر کوئی میرا ہوتا تو آپ کی گھوڑیوں کو پیٹھے (چارہ) ڈالتا۔ فرمایا کہ فرزند نہیں۔ عرض کی جی نہیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ بیٹا دے گا۔ اس کا نام فقیر سنگھ رکھنا۔ فقیر سنگھ کو فقیر نے اور کثیر مخلوق نے دیکھا۔ علی پور سیداں جلسہ حافظ جماعت علی صاحب میں مناقب چورہ شریف حسب ذیل پڑھتا۔ پاکستان بننے کے بعد چلا گیا۔ ان کی غلامی ہر صورت میں فائدہ مند ہے۔ بارش رحمت سے اپنی قسمت لے گیا

چورے دے دربار دی میں خاک پاواں کس طرح
بلدیاں اکھیاں دا چا سُرمہ بناواں کس طرح

جذام سے شفا

سائیں شہاب الدین میرپوری جو کہ قبلہ عالم کا مرید کوٹلی لوہاراں میں ہوا ہے چورہ شریف قبلہ عالم کی موجودگی میں آ گیا۔ فقیر نے حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ جذام میں مبتلا ہے۔ فقیر نے دریافت کیا کہ کوئی بہن بھائی ہے کہنے لگا کہ اب میرا اس مصیبت میں کون ہے؟ فقیر نے اسے کہا کہ یہ اگر اس نامراد بیماری سے فارغ ہو جائے تو بقیہ زندگی بھی ان کی خدمت گزاری میں گزاروں گا۔ بابا جی کے روضہ پر لے گیا۔ عرض کیا کسی بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا۔ بکس مے آئند۔

وزیر نے عرض کی۔ بے کساں بیس کساں مے آئند۔

آپ کے دربار میں کوڑھی فیض پا گئے۔

ما منت فقیریم دریں گوشۂ دنیا خلق است ہمہ دشمن ما یار نہ داریم

باہر اندر اس کا بمعہ براد رکے صحیح ہو گیا۔ سیٹھیوں کے دربار کے دروازے کھلے رہتے ہیں اگر یہ بھی اچھا ہو جائے تو ہمیشہ آپ کے روضہ کا خدمت گار رہے۔ اس شہاب الدین

سائیں کو تمام یاران طریقت نے دیکھا کہ اچھا بھلا پانی کے دو ٹین رسی سے اٹھا کر لاتا اور مسجد باباجی میں وضو کے واسطے ڈالتا اور روضہ کا جاروب بنا رہا۔ان پاکبازوں کی ذات ہمیشہ کے واسطے زندہ ہے۔تاکہ لوگ مستفید ہوتے رہیں۔

ندی پر بند باندھنا

ہمارے گاؤں میں لیسین نامی ایک زمیندار تھا۔ اس نے سنایا کہ باباجی سفر پنجاب تشریف لے جا رہے تھے۔ مجھے معلوم ہوا۔ راستہ اسٹیشن لنگر پر جا ملتا ہے عرض کیا کہ آپ تشریف لے جا رہے ہیں اور میرا ارادہ بند باندھنے کا ہے۔آگے بھی بند باندھا تھا ٹوٹ گیا۔ آپ نے چند روڑی پتھر دم فرما دیئے کہ یہ بند میں رکھ دینا۔ موجب فرمان رکھ دیئے۔تماشہ دیکھا کہ بارہا پانی بند کے اوپر سے گزرتا رہا۔ بند بالکل قائم رہا۔ یہ کبھی ہوا نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ معمولی مٹی کا بند اس طغیانی میں قائم رہ سکے۔اب وہ بند موجود ہے۔پانی نے اس کا کبھی نقصان نہیں کیا۔یہ ہیں ان کے دَم کے اثرات جو ہر صورت پختہ ہیں۔

آپ کے نام کی وجہ سے وعظ وارشاد میں لذت

ایک دفعہ جلسہ علی پور سیداں ۲۹ بیساکھ بموجودگی حضرت صاحب فقیر کا واعظ "مرشد" پروگرام میں آیا۔چونکہ دعا تھی۔واعظ کا لب لباب یہ رہا۔کہ ضرورت مرشد کی کیا ہے۔وقت امداد نجم الدین کبریٰ۔علامہ فخرالدین رازی کا واقعہ فیصلہ میں آیا۔گویا مقبول اور نتیجہ خیز واعظ رہا۔

جب فارغ ہو کر دوپہر کا کھانا کھانے لگے۔شاہ صاحب نے فرمایا۔واعظ نہایت عمدہ اور کارآمد ہے۔قبلہ عالم نے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا کہ ضرورت مرشد کا فرمان سُنا دیا ہوتا عرض کیا۔قبلہ وہ کیا تھا۔حافظ صاحب علی پوری کی موجودگی میں۔

امیر ملت کی توقیر

ارشاد قبلہ ام۔وزیرآباد باباجی کے ہمراہ شاہ صاحب بھی تھے۔ایک درویش شاہ صاحب علی پوری سے لڑ پڑا۔بعدہٗ حافظ مہرالدین صاحب نے اس درویش کو ملامت کی' وہ درویش حافظ مہرالدین و جملہ یارانِ طریقت کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔حافظ

صاحب نے عرض کیا کہ یہ درویش معافی کی صورت میں آیا۔ اپنی غلطی پر نادم ہے کہ بابا جی اتنی عزت فرمادیں کہ نام نہ بلاویں۔ (حافظ صاحب) سے یاد فرمایا کریں تاکہ کوئی گستاخی نہ ہو۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تو بابا جی کا درویش ہے۔ میں تو بابا جی کے کتوں کا بھی غلام ہوں۔ اب فیصلہ بحق بلال جلشی۔ بابا جی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ جونہی محبت میں مرید صادق کے ایمان کا فیصلہ فرمانے لگے" و نج سید تیری شان دا ثانی کوئی نہ ویکھاں" نہ کوئی ہویا نہ کوئی ہوسی۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اس کرم نوازی کا شکریہ۔ میں نے قدم چومے کہ میرے حق میں ازلی فیصلہ از راہ کرم پروری ہو گیا۔ ؎

این دعا شیخ نہ چوں ہر دعا این گفتہ درحق تو گفتہ خُدا

شاہ صاحب نے فرمایا۔ میں کہتا کیا ہوں ———— نماز کی فرصت بمشکل ملتی ہے۔ مگر فرمان شیخ کہاں۔ فرمایا سب کچھ بلا ہے۔ اسی در کی حاضری سے یہ سب نور ظہور مرے بابا جی کا صدقہ۔ ان کا غلام غلاماں بلکہ غلام سگ دربار کا۔ مجھے شرف بخشا پیر امیر ملت' محدث۔ سب کچھ کر دیا۔ قیامت کو بھی ان کا پلہ پکڑوں گا کہ یوں ہی سالقہ کرم سے نوازدیں۔ اور بابا جی کا شکریہ ادا کروں گا۔ فقیر نے دیکھا کہ بھری مجلس میں اس کا بیان سنانے میں عجیب رنگت تھی۔ ایک خاص کیفیت معلوم ہوتی تھی کہ مرید صادق دنیا میں کبھی صدق صدیق لئے بیٹھے ہیں۔ شاہی تو حضرت بابا جی نے پیر جماعت علی شاہ صاحب کو بخشی مگر ایمان تازہ ہو گیا۔ فقیر کا تو خاص سبق ہوا کہ ان کے کرم پر مرید کا دارومدار ہے۔ بس آخری فیصلہ نتیجہ پر پہنچا پیر پیر ہو۔ مرید مرید ہو۔

بابا جی فقیر محمد صاحب اور شاہ صاحب کو دیکھو۔ اللہ کرے سب مریدوں کو نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔ فقیر کو بھی اولاد کو بھی۔

عظمت مشائخ چوراہیہ

صوفی محمد علی نقشبندی (1) سیالکوٹ

تمام دنیا میں بالعموم اور برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اسلام کی اشاعت کا سہرا اولیائے عظام علیہم الرضوان کے سر ہے۔ حضور داتا گنج بخش سید ابوالحسن علی ہجویری علیہ الرحمتہ کی طرح لا تعداد مشائخ امت اطراف و اکناف سے پاک و ہند میں تشریف لائے اور اپنے اپنے سلسلہ طریقت کے مشائخ گرامی (علیہم الرضوان) کے ارشادات' تعلیمات اور فیوضات کی روشنی میں مصروف تبلیغ و ارشاد رہے۔

آل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ فاروقی النسب مشائخ نے بھی ہدایت و ارشاد کی خانقاہیں قائم کر کے قیامت تک کے لئے اس علاقہ میں طریقت و تصوف اور حقیقت و معرفت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس مقالے میں ہم برصغیر میں فاروقی النسب مشائخ میں سے چند مشہور ترین شخصیات کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) مولانا محمد علی نقشبندی جامعہ رضویہ فیصل آباد سے علوم اسلامیہ میں فارغ التحصیل ہیں اور علماء اہل سنت میں آپ ایک مقتدر مقام پر فائز ہیں۔ سلسلہ تحقیق و تدریس میں دسترس کا یہ عالم ہے کہ انوار لاثانی کی نظر ثانی ایسی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے۔ مشاہیر حاضر مثلاً حضرت پیر خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمتہ' علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمتہ' مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ' مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ اور مولانا طاہر القادری مدظلہ ایسے اکابرین کی معیت میں آپ صف اول کے کارکن و رہنما رہے۔ سیالکوٹ میں متعدد دینی دارالعلوم آپ کے اہتمام و سرپرستی میں جاری ہیں۔ نقش لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ علی پوری کے دست حق پرست پر ۱۹۵۵ء میں بیعت ہوئے۔ اور آپ سے ۱۹۸۲ء میں خرقہ خلافت پایا۔ ان دنوں مسجد غوثیہ لاثانیہ روڈس روڈ میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں' اور محلّہ شہاب پورہ سیالکوٹ میں رہائش پزیر ہیں۔

○ خواجہ خواجگان خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمتہ پاکپتن سلسلہ عالیہ چشتیہ (سیر الاولیاء)

○ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلوی علیہ الرحمتہ (انڈیا) سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ (معراج الولایت)

○ حضرت شیخ سلیم چشتی علیہ الرحمتہ، فتح پور سیکری، انڈیا (اخبار الاخیار)

○ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمتہ انڈیا (سیرالاقطاب، اقتباس الانوار)

○ قطب العارفین، امام المجددین، امام ربانی، حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہ قیوم اول سرہند شریف (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ)

○ حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی قیوم ثانی علیہ الرحمتہ، سرہند شریف (حضرات القدس، روضتہ القیومیہ)

○ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی قیوم ثالث علیہ الرحمتہ سرہند شریف (حضرات القدس، روضتہ القیومیہ)

○ حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع علیہ الرحمتہ سرہند شریف (حضرات القدس، روضتہ القیومیہ)

○ حضرت میاں میر قادری رحمتہ اللہ علیہ، لاہور (سکینتہ الاولیاء)

○ حضرت خواجہ کلیم اللہ چشتی نظامی شاہجہان آباد، دہلی (مشائخ چشت)

○ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ اور ان کے صاحبزادگان (تذکرہ مشائخ)

○ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی فاروقی (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، جواہر نقشبندیہ)

○ حضرت شاہ احمد سعید فاروقی دہلوی (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، جواہر نقشبندیہ)

○ حضرت خواجہ غلام مجدد فاروقی ٹمیاری شریف (سندھ) (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، جواہر نقشبندیہ)

○ حضرت نور المشائخ خواجہ فضل عمر فاروقی المعروف ملا شور بازار (افغانستان)

یہ سب اولیاء امت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے منفرد و لازوال نسب سے ہیں۔

الحمد اللہ ! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ چوراہیہ کے مشائخ عظام (علیہم الرضوان) یعنی مشائخ چوراہیہ بھی نسب کے لحاظ سے فاروقی ہیں۔ قطب الاولیاء حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی' قطب زمان حضرت خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی اور غوث زمان حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہی علیہم الرحمتہ کے زمانہ حیات و وصال سے حال تک ان بزرگوں کا فاروقی النسب ہونا تواتر سے بیان ہوتا آیا ہے اور یہ عرصہ تقریبا" دو صدیوں پر محیط ہے۔ اہل محبت و عقیدت کی معلومات اور اہل تحقیق کی طلب کے لئے چند حوالہ جات تحریر ہیں۔ یہ حوالہ جات اولاد و امجاد چوراہیہ' وابستگان قدیم اور جلیل القدر خلفائے عظام سے ثابت' منقول اور روایت کردہ ہیں اور اہل ایمان و صاحبان طریقت کے لئے فرحت و مسرت اور افزاء ایمان کا باعث ہیں۔

انوار تیراہی

یہ کتاب عمدۃ الاولیاء حضرت قاضی محمد عادل شاہ علیہ الرحمتہ کی تصنیف ہے۔ موصوف قطب زمان ' امام الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد تیراہی چوراہی علیہ الرحمتہ کے پوتے تھے۔ آپ کی ثقاہت علمی برصغیر کے علماء میں مسلمہ تھی۔ آپ صاحب بصیرت بزرگ تھے۔ آپ نے انوار تیراہی کے صفحہ نمبر ۲ پر اپنے خاندان اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کے دو شجرے تحریر کیے ہیں جن کے جد اعلیٰ و مورث اعلیٰ خلیفہ راشد امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ کتاب تقریبا" ایک صدی قبل لکھی گئی تھی۔

انوار لاثانی

یہ تصنیف شمس العارفین قطب ربانی پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ الربانی

(م ۱۹۳۹ء) کی سوانح حیات ہے۔ موصوف غوث زماں قطب دوراں حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہی علیہ الرحمتہ کے اجل خلیفہ تھے۔ انوار لاثانی کا ایڈیشن اول جس کے مصنف مولوی محمد رفیق مرحوم کوٹلوی ہیں ۱۹۴۶ء میں طبع ہوا اور ایڈیشن جدید ۱۹۸۲ء میں پروفیسر مولانا محمد حسین آسی نے لکھا ہے۔ شیخ المشائخ قطب العصر حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہ کی زیر نگرانی دونوں ایڈیشن شائع ہوئے۔ جدید ایڈیشن دربار شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف ضلع نارووال سے دستیاب ہے۔ اس کے صفحہ ۲۱۹ پر قطب الاولیاء حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیزئی علیہ الرحمتہ کے حالات میں لکھا ہے کہ "آپ فاروقی النسب تھے" خواجہ فیض اللہ تیزئی' خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی کے والد ماجد اور حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد علیہ الرحمتہ چوراہی کے جد امجد تھے۔

فیضان چوراہی

یہ کتاب صاحبزادہ بلند مرتبت پیرزادہ محمد بدرالدجی مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت باواجی قدس سرہ کی سرپرستی اور صاحب علم و فضل پروفیسر محمد اجمل چشتی صاحب کی ادارت میں شائع ہوئی ہے اور اس کی جلد اول صفحہ ۵ اور جلد دوم صفحہ ۴۴ پر شجرہ نسب درج ہے جس سے بزرگان چوراہیہ کا فاروقی النسب ہونا ثابت ہے۔

جمال نقشبندیہ (تذکرہ حضرات نقشبندیہ)

یہ کتاب تقریباً" پچاس سال قبل طبع ہوئی۔ اس کے مولف جناب صلاح الدین بی۔اے نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ ہیں اور مطبوعہ مکتبہ جمال جامع جمال مسجد عزیز روڈ مصری شاہ لاہور ہے۔ عارف با کمال محبوب لایزال حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمتہ کے حالات میں لکھا ہے "آپ کا نام نامی نور محمد تھا اور آپ بابا جیو صاحب کے نام سے مشہور تھے آپ ۱۱۷۹ھ موضع تیزئی شریف مضافات تیراہ میں پیدا ہوئے۔ آپ غوث زماں حضرت

خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی علیہ الرحمتہ کے فرزند کلاں تھے۔ آپ کو فیض باطنی اپنے والد ماجد سے عطاء ہوا اور نسبت خصوصی سے نوازے گئے۔ آپ کا شجرہ نسب ۳۳ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور آپ مادر زاد ولی تھے"

برکات علی پور

یہ تصنیف امام المشائخ حضرت امیر ملت حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمتہ کی سوانح حیات ہے۔ حضرت امیر ملت علیہ الرحمتہ بھی حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی علیہ الرحمتہ کے اجل خلیفہ تھے۔ اس کے مولف حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت پیر خیر شاہ امر تسری علیہ الرحمتہ ہیں۔ یہ مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۹ھ ہے یعنی ۸۸ سال قبل لکھی اور شائع ہوئی اس کے صفحہ ۱۲ پر غوث زماں حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہ کے حالات طیبات میں لکھا ہے کہ "آپ فاروقی نسب ہیں" آپ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ بھی فاروقی ہے صرف نوپشت تک الگ الگ ہیں (اس کے آگے شجرہ نسب درج ہے)

انساب الخلافتہ طبع اول

حضرت سید محمد ابراہیم شاہ علیہ الرحمتہ ساکن باسیوالہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ نے مرتب کیا ہے اور مطبع آزاد لاہور سے ۱۳۴۱ھ میں پہلی بار طبع ہوئی' اس کے صفحہ ۱۲۳ پر غوث زماں حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہ کے حالات مبارکہ میں لکھا ہے کہ "آپ فاروقی النسب ہیں آپ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے" (آگے شجرہ نسب ہے) یہ تصنیف ۷۳ سال قبل شائع ہوئی تھی۔

شجرہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ

یہ صوفی باصفا عالم الدین علیہ الرحمتہ خلیفہ مجاز عارف کامل حضرت حافظ عبدالکریم

قدس سرہ عیدگاہ شریف راولپنڈی کی تصنیف ہے جو حسب الفرمائش منشی محمد دین صاحب مقیم بہار والی تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ، کشن الیکٹرک پریس لاہور میں ملک چراغدین کے اہتمام سے طبع ہوئی۔ یہ تصنیف پون صدی قبل طبع ہوئی۔ اس کے صفحہ ۲۰ پر درج ہے کہ "حضرت خواجہ محمد فیض اللہ علیہ الرحمتہ کا مولد و مسکن تیراہ علاقہ ملک کابل ہے۔ آپ فاروقی نسب سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے امام رفیع الدین علیہ الرحمتہ جو حضرت مجدد الف ثانی کے جد امجد ہیں سے جا ملتا ہے"

حضرت خواجہ فیض اللہ علیہ الرحمتہ نے ماہ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک تیراہ شریف میں ہے۔

تذکرہ نقشبندیہ خیریہ

یہ کتاب محترم المقام مولانا محمد صادق صاحب قصوری کی تصنیف ہے اور مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور ہے۔ اس کے صفحہ ۸۵۷ پر خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس سرہ کے حالات درج ہیں کہ " حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی علیہ الرحمتہ کی ولادت با سعادت تیزئی شریف علاقہ تیراہ (افغانستان) میں ہوئی۔ تاریخ ولادت صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ کہتے ہیں کہ جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر پہلا حملہ کیا تو اس وقت آپ بھرپور جوان تھے۔ اگر اس وقت آپ کی عمر کا تعین ۱۸ سال کیا جائے تو آپ کی پیدائش ۱۱۴۳ھ بنتی ہے کیونکہ احمد شاہ ابدالی نے ۱۱۶۱ھ میں حملہ کیا تھا تو گویا ہم آپ کی ولادت کا سال ۱۱۴۳ھ (کسی حد تک) تعین کر سکتے ہیں"

آپ کا شجرہ نسب ۳۴ واسطوں سے خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے (آگے شجرہ نسب درج ہے) اسی کے صفحہ ۸۸۳ پر غوث زماں حضرت خواجہ فقیر محمد باواجی چوراہی قدس سرہ کے حالات میں درج ہے کہ " آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ ثانی، فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل آپ کے جد امجد حضرت

خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس سرہ کے حالات میں دی جا چکی ہے"

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از علامہ نور بخش توکلی مطبوعہ ۱۹۳۸ء اور تکملہ مطبوعہ ۱۹۷۹ء سے بھی آپ کے فاروقی النسبت ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔

اولیائے امت کا نسب اور مشائخ چوراہی کا شرف

مخدوم سلسلہ چشتیہ ' خواجہ خواجگان حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ الاکبر اور مجدد امت حضرت امام ربانی خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی بھی فاروقی النسب تھے۔ دونوں اولیائے امت کے شجرہ نسب میں ایک عظیم المرتبت شخصیت حضرت محمد فرخ شاہ شہاب الدین کابلی علیہ الرحمۃ موجود ہیں اور یہی شخصیت مشائخ چوراہیہ کے نسب نامہ میں بھی موجود ہے۔

(انوار تیراہی صفحہ ۲ فیضان چوراہی صفحہ ۵' صفحہ ۴۴)

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ اور مشائخ چوراہیہ کا مشترکہ نسب

حضرت امام ربانی خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہ اور مشائخ چوراہیہ کا شجرہ نسب امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت شیخ رفیع الدین بانی سرہند علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالحی صاحب علیہ الرحمۃ تک مشترک ہے۔

یہ عظیم المرتبت نسب کس قدر اعلیٰ لائق فخر اور قابل انبساط ہے۔

(انوار تیراہی' فیضان چوراہی)

آدابِ مُریدین

حضرت خواجہ محمّد شہاب الدّین عُمر بن محمد السہروردی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی و مبانی ہیں۔ نسبًا آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولادِ پاک سے ہیں۔ خاندانِ صدیقیہ کے دوسرے اہم شخص حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہوئے ہیں۔ جو ایک طرف انوارات صدیقیہ سے متصف تھے، تو دوسری طرف علوی فیوض و برکات سے بھی مستفیض تھے۔ آپ کا گھرانہ علمی و رُوحانی فیض کا گھر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اکثر بزرگوں نے آپ کے اجداد سے خرقہ خلافتِ تصوّف حاصل کیا۔ اپنے عم محترم شیخ ابونجیب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت غوث الاعظم محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرّہ العزیز سے باطنی علوم حاصل تھے۔ حضور غوث پاک رضؓ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ "یا عمر! انت آخر المشہورین بالعراق!" اے عمر! تم عراق کے آخری مشہور (فقراء علماء) سے ہو۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ۵۳۶ھ میں قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے۔ ۵۵۵ھ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے فیض یافتہ ہوئے۔ آپ کی کتاب عوارف المعارف علم تصوّف اور آدابِ طریقت کا نصاب تسلیم کیا گیا ہے۔ مختلف بلند پایہ مشائخ کرام جن میں حضرت باوا فریدالدین گنج شکر چشتی قدس اللہ سرّہ العزیز نمایاں ہیں، اپنے مریدین و خلفاء کو سبقاً اس کتاب سے استفادہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

آدابِ مریدین آپ کی مذکورہ کتاب کا باب اکاون ہے اور متوسلین دربار عالیہ حضرت باواجی فقیر محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک نادر و نایاب تحفہ اور لائحہ عمل ہے۔

صوفیہ کے نزدیک مشائخ کے ساتھ مُریدوں کے آداب کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اس معاملہ میں وہ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی پیروی کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پ ۲۶ سورۃ حجرات)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو، کیونکہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں: "قبیلہ بنو تمیم کا ایک وفد رسول اللہؐ کے پاس آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا " قصصاع بن معید کو امیر بنا دے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ اقرع بن جالس امیر ہو۔" اس معاملے میں وہ اس قدر جھگڑنے لگے کہ اُن کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی:

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے "آپ کی گفتگو سے پہلے مت بولا کرو۔"

حضرت جابر فرماتے ہیں "لوگ آپ سے پہلے قربانی کر لیا کرتے تھے، اس لئے انہیں منع کیا گیا کہ وہ آپ سے پہلے قربانی نہ کریں۔"

(اسی سلسلے میں) یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعض حضرات یہ کہتے تھے کاش ایسی اور ایسی باتوں میں وحی نازل ہوتی۔" حضرت عائشہؓ (اس آیت کی تفسیر میں) فرماتی ہیں: "اپنے پیغمبر کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ نہ رکھو۔"

کلبی کا قول ہے: (اس سے مراد یہ ہے) "قول و عمل کسی چیز میں رسول اللہؐ پر سبقت نہ کرو تا کہ آپ ہی ہمیں کسی کام کا حکم دیں۔"

یہی طرزِ عمل مرید کا ہونا چاہیئے کہ اس کا اپنا ارادہ اور اختیار باقی نہ رہے بلکہ وہ اپنی ذات اور مال میں بھی شیخ کے مشورہ اور حکم کے بغیر تصرّف نہ کرے۔ ہم نے مشیخت کے باب میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ (مذکورہ آیت کی تشریح میں) یہ بیان بھی کیا گیا ہے کہ آگے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ کے آگے نہ چلو۔ حضرت ابوالدرداؓ فرماتے ہیں (ایک دفعہ) میں حضرت ابوبکرؓ کے آگے چل رہا تھا۔ رسول اللہؐ نے

مجھ سے فرمایا کہ تم اس کے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے"۔

ایک دوسری شان نزول بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی محفل میں حاضر تھی۔ جب آپ سے کوئی بات پوچھی جاتی تھی تو وہ لوگ خود بخود آپ سے پہلے اس کا جواب دیتے تھے۔ لہذا انہیں اس بات سے منع کیا گیا۔

مجلس شیخ کے آداب

مجلس شیخ میں مریدوں کے لئے بھی اس قسم کے آداب مقرر ہیں۔ مرید شیخ کے سامنے بالکل خاموش بیٹھا رہے۔ اور ان کے رُو برو کوئی اچھی بات بھی نہ کہے۔ جب تک کہ وہ شیخ سے اجازت طلب نہ کرے۔ اور اس طرف سے اجازت نہ ملے۔ شیخ کی بارگاہ میں مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھا خدا کی طرف سے رزق کا انتظار کرے۔ وہ بھی گوش بر آواز ہو کر کلام شیخ کے سماع کے ذریعے رُوحانی رزق کا انتظار کرتا ہے۔ اس طرح اس کی عقیدت مندی اور طلب حق کا مقام مستحکم ہوتا ہے۔ مگر جب وہ خود بات کرنے کا ارادہ کرے تو یہ جذبہ اسے مقام طلب سے لوٹا دیتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے۔ یہ مرید کی بڑی زیادتی اور غلطی ہے۔

مرید کو اپنی مبہم روحانی حالت کو واضح کرنے کے لئے شیخ سے سوال کرنا چاہیئے۔ مگر طالب صادق کو شیخ کے روبرو سوال کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ شیخ مخلص انسانوں کے روبرو اپنے قلب کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اُن کے لئے بارانِ رحمت اور بہتری کی دُعا کرتا ہے۔ اسی وقت اس کا دل اور زبان ان طالبان حق کے اہم احوال کی گفتگو میں مشغول ہوتی ہے جو اس کے فیض کے محتاج ہوتے ہیں۔ شیخ طالب حق کے قول سے اس کی حالت کا صحیح اندازہ لگاتا ہے کیونکہ قول ایک تخم کی مانند ہے، جیسے زمین میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر بیج خراب ہو تو کچھ نہیں اُگتا۔ اسی طرح نفسانی خواہش کی آمیزش سے بات بگڑ جاتی ہے۔

شیخ کا کام یہ ہے کہ وہ کلام کے تخم کو نفسانی خواہش کی آمیزش سے پاک کرے اور اسے اللہ کے سپرد کر کے اس سے مدد اور ہدایت کا خواہاں ہو۔ اس کے بعد کوئی بات کہے

اس طرح اس کی گفتگو حق تعالیٰ کی مدد سے مکمل صداقت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

شیخ کا درجہ شیخ مریدوں کے لئے الہام کا محافظ ہے۔ جس طرح حضرت جبریلؑ وحی کے محافظ تھے، کہ وہ وحی میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح شیخ بھی الہام میں خیانت نہیں کرتا۔ اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسانی خواہش کے مطابق گفتگو نہیں فرماتے تھے اسی طرح شیخ بھی ظاہر باطن میں آپؐ کی پیروی کرتا ہے اور نفسانی خواہش کے مطابق کلام نہیں کرتا۔

نفسانی خواہش کے اسباب کلام میں نفسانی خواہش کے دو سبب ہوتے ہیں: اوّل لوگوں کے دلوں پر قابو پانا۔ اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا۔ یہ چیز مشائخ کی شان کے خلاف ہے۔ دوم: کلام کی شیرینی اور لذت کی وجہ سے نفس کا غالب آکر خود پسند ہو جانا۔ محققین کے نزدیک یہ بھی خیانت ہے۔

لہٰذا جب شیخ زبان سے کچھ بولتا ہے تو اس وقت اس کا نفس خوابیدہ ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی نعمتوں کے مطالعہ میں مشغول رہ کر نفسانی غلبہ کے فوائد یعنی خود بینی اور خود پسندی سے محروم رہتا ہے بلکہ خود شیخ کی زبان پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے جو کلمات صادر ہوتے ہیں انہیں بھی وہ سامعین کی طرح غور سے سنتا ہے۔

موتی کی تلاش شیخ ابوالسعودؒ اپنے الہام کے مطابق اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتے اور فرماتے تھے "میں بھی تمہاری طرح یہ گفتگو سنتا ہوں"۔ ایک صاحب جو وہاں موجود تھے یہ بات نہ سمجھ سکے۔ اور کہنے لگے "بات کہنے والا اپنی بات کو خوب جانتا ہے، وہ ایسے سامع کی طرح کیسے ہو سکتا ہے، جو اس سے ناواقف ہو۔ اسی وجہ سے وہ اس بات کو سنتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر واپس آ گئے۔ رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آدمی ان سے یہ کہہ رہا ہے:

کیا غوطہ خور موتی کی تلاش میں سمندر میں غوطے نہیں لگاتا؟ بلکہ وہ اپنی تھیلی میں سیپیوں کو جمع کرتا رہتا ہے جن میں موتی موجود ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان موتیوں کو اس وقت دیکھتا ہے جب وہ سمندر سے

نکل آتا ہے۔ اس وقت جو ساحل پر ہوتے ہیں، وہ بھی موتیوں کے دیکھنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

وہ سمجھ گئے کہ خواب میں شیخ موصوف کی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا مرید کے لئے بہترین ادب یہی ہے کہ شیخ کے سامنے مکمل سکوت اختیار کرے۔ تا آنکہ شیخ اس کے قول و فعل کی بہتری کے لئے خود نہ ابتدا کرے۔

مذکورہ بالا آیت کی توجیہہ میں یہ مفہوم بھی سمجھایا گیا ہے کہ کوئی اپنے مرتبہ سے بڑھ کر مرتبہ طلب نہ کرے۔ یہ بھی آداب مرید کا اہم حصہ ہے کہ مرید کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو شیخ سے اعلیٰ رتبہ طلب کرنے کے لئے آمادہ نہ کرے بلکہ صرف اپنے شیخ محترم کے لئے تمام اعلیٰ مراتب کا خواہاں رہے اور انہی کے لئے تمام اعلیٰ فیوض و برکات کا متمنی رہے۔ ایسے ہی موقع پر مرید کے حسنِ عقیدت کے جوہر کھلتے ہیں۔ گو مریدوں میں یہ بات بہت نادر ہے تاہم شیخ سے حسنِ عقیدت کی بدولت وہ اپنی تمناؤں سے بڑھ کر فیض حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ عقیدت و ارادت کے حدود آداب سے قائم ہوتے ہیں۔

ادب کی اہمیت

شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں: "حسن ادب عقل کا ترجمان ہے۔" شیخ ابو عبداللہ بن خفیف فرماتے ہیں: مجھ سے شیخ رویمؒ نے کہا: "اے میرے فرزند! اپنے عمل کو نمک اور اپنے ادب کو آٹا بناؤ۔"

کہتے ہیں: "تصوف سراپا ادب ہے۔ چنانچہ ہر وقت اور ہر مقام کے لئے مخصوص ادب ہے۔ جو ادب کو اختیار کرتا ہے وہ مردِ کامل کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور جو ادب سے محروم ہے وہ مقام قرب سے دُور، اور مقام قبول سے مردود ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے رسول کریمؐ کے صحابہ کو اَدب سکھانے کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا:
"نبیؐ کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔"
(اسی کی شانِ نزول میں کہا گیا ہے) حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کے کان میں گرانی

تھی اور وہ بلند آواز تھے، کسی سے گفتگو کرتے، تو بہت اونچی آواز سے بولا کرتے تھے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بولا کرتے تھے تو آپ کو ان کی آواز سے تکلیف پہنچتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر انہیں اور دوسرے لوگوں کو ادب سکھایا۔

ہمیں اپنے شیوخ کی اسناد سے یہ حدیث معلوم ہوئی ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا "اقرع بن حابس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا آپ انہیں اپنی قوم کا حاکم بنا دیجئے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! انہیں حاکم نہ بنائیے"۔ اس طرح وہ آپ کے سامنے بولتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ تم صرف میری مخالفت کرنا چاہتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میرا منشا تمہاری مخالفت نہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔ اس کے بعد جب حضرت عمرؓ آپ کے سامنے بولتے تھے تو اُن کی بات اس وقت تک نہیں سُنی جاسکتی تھی جب تک کہ اُن سے (دوبارہ) نہ پوچھا جائے۔ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ رسول اکرمؐ کے سامنے ایک سرگوشی کرنے والے بھائی کی طرح گفتگو کیا کریں گے۔

اسی طرح شیخ کے سامنے مرید کا یہ طرز عمل ہو کہ وہ نہ اونچی بولے، نہ بہت ہنسے اور نہ بہت گفتگو کرے بجز اس صورت کے کہ شیخ اسے اجازت دے۔ کیونکہ آواز کا بلند کرنا وقار کے پردے کو اٹھا دیتا ہے۔ تاہم اگر وقار دل میں جاگزیں ہو جائے تو زبان پر مہر سکوت لگ جاتی ہے۔

شیخ کا ادب

بعض مریدوں پر اپنے شیخ کا اس قدر ادب اور رعب طاری رہتا ہے کہ وہ شیخ کی طرف نگاہ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔ خود میری یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ مجھے بخار آیا۔ اس موقع پر جب میرے چچا اور شیخ محترم ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ گھر میں داخل ہوئے تو میرا تمام جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس وقت میں بھی

پسینہ لانا چاہتا تھا کہ بخار ہلکا ہو جائے - چنانچہ شیخ محترم کے داخل ہونے پر یہ بات حاصل ہو گئی اور آپ کی آمد کی برکت سے مجھے شفا ہو گئی۔

ایک دن گھر میں تنہا تھا۔ وہاں وہ رومال بھی رکھا ہوا تھا جو شیخ محترم نے مجھے عنایت فرمایا تھا، اسے آپ عمامہ کے طور پر باندھتے تھے - اتفاق سے میرا پاؤں رومال پر پڑ گیا۔ اس فعل سے میرے دل کو سخت تکلیف پہنچی اور شیخ کے رومال کو پاؤں سے روندنے سے مجھ پر ہیبت و حشت طاری ہوئی۔ اس وقت میرے اندرون قلب میں آپ کی عزت و احترام کا جو جذبہ پیدا ہوا تھا، وہ مبارک جذبہ تھا۔

شیخ ابن عطاء نے مذکورہ بالا آیت کی توجیہہ کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ آواز بلند کرنے کی ممانعت معمولی غلطی پر ایک قسم کی دھمکی ہے تاکہ کوئی اپنی حد سے آگے بڑھ کر عزت و احترام کو ترک نہ کر دے۔ شیخ سہیل نے فرمایا: "آپ سے اسی وقت خطاب کرو جب کوئی بات پوچھنا چاہو" شیخ ابوبکر بن طاہر نے (مذکورہ بالا آیت کی توجیہہ میں یہ فرمایا ہے: "آپ سے مخاطب ہونے میں پہل نہ کرو۔" اور عزت و احترام کی حدود میں رہتے ہوئے آپ کی بات کا جواب دو۔ جس طرح تم ایک دوسرے سے زور زور سے بولتے ہو اس طرح آپ کے سامنے گفتگو نہ کرو اور نہ آپ سے سخت آواز سے بولو اور نہ آپ کو نام سے پکارو۔ یعنی یا محمد یا احمد نہ کہو، جیسا کہ تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو بلکہ آپ کی عزت و احترام کرو (اگر پکارنا چاہو) اس طرح پکارو۔ "یا نبی اللہ، یا رسول اللہ"۔

لہٰذا مرید شیخ سے مذکورہ بالا طریقے سے مخاطب ہوا کرے، کیونکہ جب وقار اور سنجیدگی قلب میں جاگزیں ہو تو وہ زبان کو صحیح خطاب کرنے کا طریقہ سکھا دیتی ہے۔ چونکہ قدرتی طور پر طبائع میں اولاد اور بیویوں کی محبت پائی جاتی ہے۔ اور نفسانی خواہش وقت اور مواقع کے لحاظ سے گھڑ لیتی ہیں لیکن اگر قلب حرمت و وقار سے معمور ہو تو وہ زبان کو صحیح عبارت آرائی سکھا دیتا ہے۔

ثابت بن قیسؓ کا واقعہ روایت ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس راستے میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم رضؓ بن عدی ان کے پاس سے گزرے۔ تو پوچھا ثابت! کیوں رو رہے ہو؟ کہا مجھے اندیشہ ہے کہ مذکورہ بالا یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس میں کہا گیا ہے

" تم پیغمبرؐ کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے خبری میں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور زور سے بولتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میرا عمل اکارت نہ جائے۔ اور میں دوزخی نہ بن جاؤں۔" یہ سُن کر حضرت عاصم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ مگر حضرت ثابت پر بدستور اشک باری کا غلبہ رہا۔ وہ اپنی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ "جب میں گھوڑے کے اصطبل کے اندر جاؤں تو دروازہ بند کر کے قفل لگا دو۔" چنانچہ انہوں نے قفل لگا دیا۔ جب وہ وہاں سے نکلیں تو انہیں بھی ان کی حالت پر ترس آیا۔

حضرت ثابت رضؓ نے کہا "میں نہیں نکلوں گا تا آنکہ یا تو اللہ مجھے موت دے، یا مجھ سے رسول اللہ خوش ہو جائیں۔"

جب حضرت عاصمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ثابتؓ کا پورا حال سُنایا۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ جاؤ اور انہیں بُلا لاؤ۔ یہ سُن کر حضرت عاصمؓ وہاں پہنچے جہاں ان کو دیکھا تھا، مگر وہ وہاں نہیں تھے۔ اس کے بعد وہ ان کے گھر آئے اور انہیں گھوڑے کے اصطبل میں پایا۔ وہ کہنے لگے۔ رسول اللہ ؐ تمہیں بُلا رہے ہیں۔" انہوں نے کہا "دروازہ توڑ دو۔" آخر وہ دونوں رسول اللہ ؐ کے پاس آئے۔ آپ ؐ نے پوچھا اے ثابت! تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں بلند آواز ہوں، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس بات سے خوش نہیں، کہ سعادت مندی کے ساتھ زندگی گزارو۔ اور درجۂ شہادت حاصل کر کے جنت میں جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا، "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشخبری سے مطمئن ہوں اور آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے نہیں بولوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

"جو رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا خدا نے امتحان لیا ہے۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: "ہم دیکھا کرتے تھے کہ ایک جنتی آدمی ہمارے سامنے جارہا ہے۔"

جب مسیلمہ کذاب[1] کے خلاف جنگ یمامہ ہوئی تو ثابت بن قیسؓ نے مسلمانوں میں کمزوری دیکھی۔ ان کی ایک جماعت کو شکست ہوگئی تو وہ کہنے لگے" ان لوگوں پر افسوس ہے وہ کیا کر رہے ہیں" اس کے بعد حضرت ثابتؓ نے حضرت سالم بن حذیفہؓ سے کہا" ہم اللہ کے دشمنوں کے خلاف رسول اللہ کے سامنے اس طرح (کمزوری کے ساتھ) نہیں جنگ کرتے تھے" یہ کہہ کر وہ دونوں ڈٹ گئے اور لڑتے رہے۔ یہاں تک حضرت حذیفہؓ شہید ہوگئے۔ اور حضرت ثابتؓ نے بھی رسول کریم کے وعدہ کے مطابق درجۂ شہادت حاصل کیا۔ اس وقت وہ زرہ پہنے ہوئے تھے۔

حضرت ثابتؓ کی کرامت

ان کی شہادت کے بعد ایک صحابیؓ نے انہیں خواب میں دیکھا تو حضرت ثابتؓ نے اُن سے کہا "تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ فلاں مسلمان میری زرہ نکال کرلے گیا ہے۔ وہ فوج کے فلاں حصہ میں ہے، اس کا ایک گھوڑا بھی ہے جو آگے پیچھے خوب دوڑتا ہے اور اس نے میری

---

[1] یہ وہ شخص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا تھا۔ مگر بعد ازاں خود پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کردیا۔ اس کی جماعت بہت مضبوط تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اس سے جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا۔ (مترجم)

زرہ پر سنگین ہانڈی رکھی ہوئی ہے ۔ لہٰذا تم حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس جاکر اس کی اطلاع کرو تاکہ وہ میری زرہ کو لوٹا سکیں ۔ نیز خلیفہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاکر کہو" مجھ پر کچھ قرضہ ہے " تاکہ وہ میرا قرضہ ادا کریں ۔ اور میرا فلاں غلام آزاد ہے "۔

(ان کی ہدایت کے مطابق) اس صحابی نے حضرت خالدؓ کو اطلاع دی ۔ تو جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا انہیں زرہ اور گھوڑا ملا ۔ چنانچہ زرہ اس سے واپس لے لی گئی ۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اس خواب سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مطلع کیا اور انہوں نے اس کے مطابق ان کی وصیت نافذ کی ۔"

حضرت مالک بن انسؓ فرماتے ہیں ۔" مجھے نہیں معلوم کہ اس وصیت کے علاوہ اور کوئی وصیت کسی کے مرنے کے بعد پوری کی گئی ہو " دراصل یہ حضرت ثابتؓ بن قیس کی کرامت تھی جس کا ظہور ان کے تقویٰ اور حسنِ ادب کی بدولت ہو ۔ لہٰذا ایک طالب صادق اس سے سبق حاصل کرے اور اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا شیخ اللہ اور اس کے رسولؐ کی یادگار ہے ۔

تقویٰ کا امتحان

جب ایک جماعت نے ادب کے فرائض کو سرانجام دیا تو حق تعالےٰ نے ان کا حال ظاہر کر کے ان کی اس طرح تعریف کی ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے تقویٰ کی بدولت اللہ نے ان کے دلوں کا امتحان لیا ۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو آزما کر انہیں ایسا کھرا اور خالص کر دیا جیسا کہ سونے کو آگ کے ذریعے پگھلا کر خالص کیا جاتا ہے اور جس طرح زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے اور دل کو باادب رکھنے کے لئے الفاظ کو مہذب اور شائستہ بنایا جاتا ہے ۔ اسی طرح مرید کے شیخ کے ساتھ تعلقات ہونے چاہئیں ۔

شیخ ابوعثمانؓ فرماتے ہیں " ۔ اکابر اور بڑے بڑے اولیاء کرام کا ادب کرنا انسان کو اعلیٰ مراتب تک پہنچا کر دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کرتا ہے ۔

(ادب کی تعلیم) جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، خدا نے دی ہے وہ (ان مذکورہ بالا آیات سے آگے چل کر) فرماتا ہے۔

ولو انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیرا لہم ط
(پ ۲۶ س حجرات)

اور اگر اس وقت تک وہ صبر کرتے جب تک کہ آپ ان کے لئے نکلیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

اس طرح تعلیم دے کر یہ بھی فرمایا۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ط
(پ ۲۶۔ حجرات)

در حقیقت وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے ہیں۔

یہ تمیم کے وفد کا حال تھا جو رسول اللہ کے پاس آکر پکار کر کہنے لگے، "اے محمدؐ! ہمارے پاس باہر آیئے کیونکہ ہماری تعریف زینت ہے اور ہماری مذمت عیب ہے" آپ نے ان کی یہ بات سنی چنانچہ آپ نے باہر آکر ان سے کہا یہ خدا کی ذات ہے جس کی مذمت عیب اور اس کی تعریف زیب زینت ہے" اس واقعہ کا ایک طویل قصہ ہے بہر حال وہ اپنے شاعر اور خطیب کو لے کر آئے تھے تو حسان بن ثابت (شاعری میں) اور مہاجرین و انصار کے نوجوان خطبہ میں ان پر غالب آگئے۔

اس واقعہ سے ایک طالب حقیقت کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ شیخ کے پاس آئے اور اس کی طرف پیش قدمی کرنے میں ادب اختیار کرے، جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ اس وقت تک انتظار کرے، حتیٰ کہ شیخ اپنی خلوت گاہ سے خود باہر آئے۔

حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ کا طرزِ عمل

میں نے سنا ہے کہ حضرت شیخ سید عبد القادر گیلانیؒ کے پاس جب کوئی ملاقاتی درویش آتا تھا تو آپ کو اس کی اطلاع دی جاتی تھی۔ آپ دروازے کا ایک کونہ کھول کر نکلتے تھے۔ اس سے مصافحہ اور سلام کرتے مگر اس کے پاس بیٹھتے نہ تھے بلکہ سید سے

اپنی خلوت گاہ کی طرف چلے جاتے تھے مگر جب کوئی ایسا آدمی آتا جو درویشوں کے زمرہ سے تعلق نہ رکھتا ہو، تو اس وقت آپ نکل کر اس کے پاس بیٹھتے تھے۔ ایک درویش کو آپ کا یہ رویہ کسی قدر برا معلوم ہوا کہ آپ درویش کے پاس نکل کر نہیں بیٹھتے مگر جو درویش نہیں ہوتا اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ اس درویش کے اس خیال کی خبر شیخ محترم تک بھی پہنچ گئی۔ تو آپ نے فرمایا درویش کے ساتھ ہمارا گہرا تعلق ہے اور وہ اس کا مستحق بھی ہے اس کے ساتھ ہماری معاشرت اور تکلف نہیں لہٰذا اس موقع پر ہم دلوں کی موافقت پر اکتفا کرتے ہوئے صرف معمولی ظاہری ملاقات کو کافی سمجھتے ہیں مگر جس کا درویشوں سے تعلق نہ ہو تو اس کے ساتھ ظاہری رسم و رواج کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے کیونکہ اگر اس کے ساتھ ظاہرداری نہیں برتی جائے تو اسے وحشت ہوتی ہے۔

مرید و شیخ کے تعلقات

لہٰذا ایک طالب حقیقت کا فرض ہے کہ شیخ کے ساتھ باادب رہ کر اپنے ظاہر و باطن کی اچھی طرح تعمیر کرے۔ شیخ ابو منصور مغربی سے پوچھا گیا، آپ شیخ ابوعثمان کی صحبت میں کب تک رہے ہیں؟ کہا میں ان کی صحبت میں نہیں رہا بلکہ میں نے ان کی خدمت کی تھی۔ کیونکہ صحبت کا اطلاق روحانی بھائیوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہوتا ہے، مگر مشائخ کی خدمت کی جاتی ہے۔"

مرید کے لئے یہ مناسب ہے کہ جب شیخ کے بارے میں اُسے کوئی دشواری پیش آئے تو وہ حضرت خضرؑ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو یاد کرے کہ کس طرح حضرت خضر علیہ السلام ایسے کام کرتے تھے جنہیں حضرت موسیٰؑ ناپسند کرتے تھے۔ مگر جب حضرت خضرؑ نے ان کو اپنے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کر دیا تو حضرت موسیٰؑ کے اعتراضات دور ہو گئے۔ لہٰذا اگر اپنی کم علمی کی وجہ سے شیخ کا کوئی فعل اُسے ناگوار معلوم ہو تو سمجھ لے، شیخ علم و حکمت کی زبان سے اس کی توجیہ پیش کر سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے ایک ساتھی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا، حضرت جنید نے اس کا جواب دے دیا۔ اس پر اس نے اعتراض کیا تو حضرت جنید نے فرمایا "اگر تمہیں میری بات

کا یقین نہیں تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

ایک شیخ کا مقولہ ہے "اگر کوئی شخص واجب التعظیم ہستی کا احترام نہیں کرتا تو وہ ادب کی برکت سے محروم ہے،" کہتے ہیں جو اپنے استاد کو نفی میں جواب دے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ ترمذی کی حدیث اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو باتیں میں نے چھوڑی اسے تم بھی چھوڑ دو اور جو باتیں میں بیان کروں اسے قبول کرو، کیونکہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں وہ بہت زیادہ سوالات کرنے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرنے کی بناء پر ہلاک ہوئے۔"

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں "میں نے شیخ ابوحفص نیشاپوری کے پاس ایک بے حد خاموش انسان کو دیکھا جو بولتا نہ تھا، جب میں نے ان کے ساتھیوں سے پوچھا "یہ کون ہے، تو مجھے بتایا گیا کہ یہ انسان شیخ ابوحفصؒ کے ساتھ رہتا ہے اور ہماری خدمت کرتا ہے اُس نے ان پر اپنے ایک لاکھ درہم خرچ کیے ہیں اور مزید ایک لاکھ درہم قرض لے کر وہ بھی خرچ کر دیے۔ مگر شیخ ابوحفصؒ ان کو ایک کلمہ بولنے کی اجازت نہیں دیتے"،

شیخ ابویزید بسطامی فرماتے ہیں "میں ابو علی سندی کی صحبت میں رہا میں انہیں ان کے فرائض کی تلقین کرتا تھا اور وُہ مجھے خالص توحید و تصوف کی تعلیم دیتے تھے۔"

شیخ ابوعثمان فرماتے ہیں "میں شیخ ابوحفص کے پاس اس وقت سے بیٹھنے لگا تھا۔ جب کہ میں ابھی تو عمر لڑکا تھا ابتداء میں انہوں نے مجھے نکال دیا اور فرمایا میرے پاس مت بیٹھو میں نے ان کے کلام کا یہ اثر نہیں لیا کہ پیٹھ موڑ کر چلا جاؤں بلکہ ان کے پیچھے چلنے لگا آخر کار میں ان کے پاس سے بالکل غائب ہو گیا اور یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ ان کے دروازے کے قریب ایک کنواں کھود کر وہاں اُتر کر بیٹھ جاؤں اور ان کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہ نکلوں چنانچہ جب انہوں نے میری یہ بات ملاحظہ فرمائی تو اپنے پاس بُلا کر نہ صرف مجھے قبول کیا بلکہ میں ان کے خاص ساتھیوں میں بھی شامل رہا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

صوفیہ کرام کے ظاہری آداب کا ایک اصول یہ ہے کہ شیخ کے ہوتے ہوئے مرید اپنا سجادہ (جانماز) اس وقت بچھا سکتا ہے جب کہ نماز کا وقت ہو۔ وجہ یہ ہے کہ مرید کا کام یہ ہے کہ وہ

اپنے آپ کو خدمت کے لیے وقف کرے مگر سجادہ نشینی آرام طلبی اور حصول جاہ و عزت کی طرف اشارہ ہے وہ شیخ کی موجودگی میں سماع کے وقت بھی کوئی حرکت نہ کرے بجز اس صورت کے کہ وہ حد تمیز سے خارج ہو جائے بلکہ شیخ کا رعب اور اس کی ہیبت مرید کو سماع کی حالت میں آزادانہ حرکت کرنے سے روکتی ہے اور اس کو قابو میں رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر مرید شیخ کی طرف نگاہ رکھے اور اس کے فیوض ربانی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جائے تو اس کے یہ اعمال سماع کے طرف متوجہ ہونے سے بہتر ہیں۔

ایک اصول ادب یہ ہے کہ مرید شیخ سے اپنا حال اور اپنے فیوضات ربانی، کرامت و اجابت کو پوشیدہ نہ رکھے بلکہ اپنا وہ حال جس کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے۔ شیخ کے سامنے ظاہر کر دے اور جس کے اظہار سے شرماتا ہو۔ اس کا اشارہ اور کنایہ سے ذکر کرے۔ کیونکہ اگر مرید کا ضمیر کسی بات کو چھپائے اور شیخ سے اپنا حال نہ بیان کرے تو اس کے باطن میں ایک گرہ لگ جاتی ہے۔ مگر شیخ سے اس کا اظہار کرنے سے وہ گرہ کھل جاتی ہے اور اس کی اندرونی کوفت دور ہو جاتی ہے۔

شیخ پر کامل اعتماد جب کوئی شخص شیخ کی صحبت میں بیٹھنا چاہے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ شیخ اس کی اصلاح و تلقین کا ذمہ دار ہے اور دوسرے آدمی کے مقابلے میں اس کی بہت اصلاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ دوسرے کی طرف بھی نظریں جمائے رکھے تو وہ شیخ کی صحبت سے زیادہ مستفید نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا کوئی قول مؤثر بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ مرید کا باطن شیخ کے روحانی فیض کو حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں (فیض اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے) جب کہ وہ صرف ایک ہی شیخ کو تسلیم کرے اور اس کی فضیلت کو معلوم کر کے اس سے روحانی الفت کا تعلق قائم کرے کیونکہ محبت و الفت ہی شیخ و مرید کے درمیانی تعلقات کا زبردست واسطہ ہے اور جس قدر اس میں محبت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر زیادہ وہ روحانی فیض حاصل کر سکے گا۔ اس لئے کہ محبت تعارف کی علامت ہے اور تعارف ہم جنسی کی نشانی ہے اور ہم جنسی روحانی فیض کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوامامۃ الباہلی کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے کسی کو اللہ کی کتاب کی ایک آیت سکھائی تو وہ اس کا مولیٰ ہے ۔ اسے چاہیئے کہ وہ اُسے رسوا نہ کرے اور اپنے اوپر ترجیح نہ دے جو ایسا کام کرتا ہے وہ اسلام کے ایک رستہ کو توڑتا ہے ۔

ادب کا ایک اصول یہ ہے کہ مرید اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں شیخ کی ہدایات اور رجحانات کا خیال رکھے اور اس کے اخلاق، علم و بردباری پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی معمولی حرکات پر شیخ کی ناپسندیدگی کو نظر انداز نہ کرے ۔

شیخ ابراہیم بن شعبانؒ فرماتے ہیں "ہم ابوعبداللہ المغربی کی صحبت میں رہتے تھے، ہم سب کے سب نوجوان تھے ۔ آپ ہمیں جنگل بیابانوں میں لے جایا کرتے تھے ۔ آپ کے ساتھ ایک بوڑھے شخص بھی جایا کرتے تھے جن کا نام حسن تھا وہ آپ کے ساتھ ستر برس تک رہے جب کبھی ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تھی جس سے شیخ کا مزاج برہم ہوتا تھا ۔ تو ہم اس بوڑھے شخص کے ذریعے شیخ سے سفارش کراتے تھے اور وہ خوش ہو جاتے تھے ۔

شیخ کی طرف رجوع

آداب مریدین کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ مرید اپنے روحانی واقعات اور کشف پر شیخ سے رجوع کئے بغیر اعتماد نہ کرے کیونکہ شیخ کا علم اس سے زیادہ وسیع ہے اور اس کا دروازہ خدا کی طرف زیادہ کشادہ ہے اگر مرید پر خدا کی جانب سے روحانی واردات نازل ہوں تو شیخ اس کی موافقت کرے گا اور اسے جاری رکھے گا کیونکہ خدا کی جانب کی کسی چیز میں اختلاف نہیں ہو سکتا ۔ اگر کوئی شک و شبہ ہو تو شیخ کے ذریعے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے اسی طریقے سے مرید کو روحانی واردات اور کشف کے بارے میں صحیح علم حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ روحانی واقعہ کے سلسلے میں مرید کے اندر کوئی نفسانی ارادہ پوشیدہ ہو اور وہ پوشیدہ ارادہ روحانی واقعہ میں خلط ملط ہو جائے خواہ ایسا واقعہ خواب میں پیش آئے یا بیداری میں ۔ تاہم یہ ایک عجیب و غریب راز ہے کہ مرید اس پوشیدہ نفسانی جذبے کی خود بخود دیکھ بھی نہیں کر سکتا اس لئے جب وہ شیخ محترم سے اس کا تذکرہ کرتا ہے تو وہ مرید کی پوشیدہ نفسانی خواہش کو بھی معلوم کر لیتا ہے اگر اس کا تعلق حق

تعالیٰ سے ہوگا تو شیخ کے ذریعے اس کا ثبوت مل سکتا ہے اور اگر اس واقعہ کا پوشیدہ نفسانی خواہش سے تعلق ہوگا تو اس کا ازالہ ہو کر مرید کا باطن صاف ہو جائے گا اس کا بوجھ شیخ اٹھائے گا۔ کیونکہ اس کی روحانی حالت مستحکم ہے۔ ورنہ صرف بارگاہ الہٰی میں اس کی باریابی صحیح ہے بلکہ معرفت خداوندی میں اسے کمال حاصل ہے۔

مناسب موقع کی تلاش

آداب مرید کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر مرید شیخ سے دین و دنیا کے بارے میں کوئی بات کہنا چاہے تو شیخ سے گفتگو کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے، اچانک اس کے پاس نہ پہنچ جائے بلکہ اسے شیخ کی حالت کا اندازہ لگانا چاہیئے کہ وہ اس کی بات سننے اور جواب دینے کے لئے آمادہ ہے اور بات چیت کرنے کے لئے فارغ ہے یا نہیں؟ جس طرح دعا کے لئے مقررہ اوقات اور مخصوص آداب و شرائط ہیں، کیونکہ اس میں خدا سے گفتگو ہوتی ہے۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ گفتگو کے بھی آداب و شرائط ہیں۔ یہ بھی خدائی معاملات ہیں۔ لہٰذا شیخ سے کلام کرنے سے پہلے اسے خدا سے دُعا مانگنی چاہیئے کہ وہ اسے اپنے پسندیدہ ادب کی توفیق دے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے بھی رسول اللہ کے صحابہ کو اس طرح ہدایت فرمائی ہے۔

سوالات کی کثرت

اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ کے سامنے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی کے وقت نذرانہ پیش کرو۔" اس آیت کی شان نزول میں حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، لوگوں نے رسول اللہ سے بہت زیادہ سوالات کرنے شروع کر دیے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سوالات آپ پر شاق گزرنے لگے کیونکہ وہ بہت اصرار سے سوالات کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ادب سکھا کر اس بات سے روکا انہیں حکم دیا کہ اس وقت تک گفتگو نہ کریں جب تک نذرانہ پیش کریں کہتے ہیں۔ کہ دولت مند حضرات آپ کے پاس آ کر محفل میں غریبوں پر اس طرح چھا گئے تھے کہ آپ کو ان کی طویل گفتگو اور سرگوشیاں ناگوار معلوم ہونے لگیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے گفتگو کے وقت صدقہ پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو سب لوگ گفتگو سے باز آ گئے۔ غریب لوگ تو اس وجہ سے نہیں آئے کہ ان کے پاس کچھ تھا نہیں۔ مگر دولت مند بھی بخل کی وجہ سے رُک گئے ——

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزمِ نقشبندیہ چوراہیہ (پاکستان)

مئی ۱۹۹۱ء میں حضرت پیر خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہیؒ کے اٹھانویں سالانہ عرس کی تقریبات کے افتتاح کے بعد عرس مبارک میں پیش آنے والے مختلف امور کا جائزہ لیا گیا تو محسوس ہوا کہ امور متعلقہ کو انداز میں نمٹانے کے لئے ایک منظم ادارہ ضروری ہے۔ پھر اکابر احباب کے مشورہ سے طے پایا کہ نہ صرف اعراس کی تنظیم بلکہ پیر بھائیوں میں مسلسل رابطے کے پیش نظر بزمِ نقشبندیہ چوراہیہ کا قیام ممد و معاون ہوگا۔ پیر خواجہ محمد بدراللہ جی مدظلہ کو زیب سجادہ ہوئے زیادہ وقت نہیں گذرا تھا۔ اور نوجوان پیر بھائی جذبۂ صادق سے منازل سلوک میں ان کی رہنمائی کے محتاج تھے۔ اس لئے ان سب کو آپس میں مربوط و منظم کرنے کے لئے اور خلفائے دربارِ عالیہ حضرت پیر خواجہ باواجی فقیر محمد علیہ الرحمۃ کو انتظامات کے زائد ذمہ دارانہ بوجھ سے آزاد رکھنے کے لئے جہاں جو ہے وہیں پیر بھائیوں کی تنظیمیں بنادی گئیں۔ اس کا اولین نتیجہ تو یہ نکلا کہ پیر بھائیوں کا آہستہ آہستہ آپس کا ربط مضبوط و مستحکم ہونے لگا۔ علاوہ ازیں بزم نے اپنی تاسیس کے سالِ اول میں "فیضانِ چوراھی" کے نام سے ایک مجلہ شائع کیا گیا اسی طرح سال دوم یعنی ۱۹۹۳ء میں "فیضان چوراھی" کا دوسرا شمارہ منظرِ عام پر آگیا۔ اب بفضلِ ایزد تعالےٰ تیسرا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ تصنیف و تالیف کا یہ جان جوکھوں کا کام جس انداز میں چل رہا ہے اس میں وہ بنیادی کارکن بھی اتنا ہی شامل ہوتا ہے جو بزم کا سالانہ ممبر بنتا ہے جتنا کہ اکابر کا رکن جو اس کے مختلف تالیفی کام سرانجام دے رہے ہیں اور مختلف مقامات پر منعقد ہونے والے عرسوں کے اشتہارات رابطے اور نشر و اشاعت کی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں اور ان میں استعانت کر رہے ہیں حضرت خواجہ عبدالعزیز دباغؒ طرابلس کے نواح میں ایک نہایت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں ان کے تذکرہ "الابریز" میں انکے حوالے سے ارشاد ہے کہ "جہاں کہیں اللہ کے نام پر اور اسکے پاکباز بندوں کی استعانت سے کوئی نیک کام مثلاً لنگر اور تصنیف و تالیف کا کام ہو رہا ہو اس میں شرکت کرو تاکہ مکمل کام میں حصہ دار گردانے جاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
مقاصد بزمِ نقشبندیہ چوراہیہ پاکستان
علاقائی طور پر پیر بھائیوں، ہم سلسلہ ساتھیوں اور ہم فکر احباب کو آپسمیں مربوط کرنا اور آپسمیں روحانی مجالس کا قیام و انصرام،
تعلیمات مشائخ کرام "اللہ کو اللہ ہی کے لیئے یاد کرنا" و "باطن کی صفائی پر متوجہ رہنا" جو باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی تعلیمات تھیں کی اتباع کرتے ہوئے عشق نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوت جگانا۔
اتحاد بین المسلمین کی ترویج کرتے ہوئے تعاونوا علی البر والتقوٰی کی فضا پیدا کرنا۔
چوراہی تقریباتِ اعراس و اجتماعات میں نظم و ضبط اور تزکیہ نفس کی تربیت۔
سالکینِ راہِ حق خصوصاً وابستگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ چوراہیہ و متعلقین جملہ سلاسل طریقت میں جذبہ اخوت و محبت کو فروغ دینا۔
متوسلین سلسلہ عالیہ کے عقائد میں درستگی و پختگی پیدا کرنا۔
متوسلین سلسلہ عالیہ میں نظام صلوٰۃ کو مستحکم کرنا۔
علاقائی رفاہی امور میں موثر شمولیت۔
تزکیہ نفس و تربیت روح کی سعی کرنا۔
تعلیمات مجددیہ پر عمل پیرا ہو کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح پیروی کی سعی میں رہنا
مرکزی امیر بزم الحاج میاں نذیر حسین نقشبندی و اراکین بزم نقشبندیہ چوراہیہ پاکستان
۲۴۳ ڈی پیپلز کالونی ۲ فیصل آباد
فون ۴۳۲۹۳